یہ ہیں

کارنامے رسولِ خدا ﷺ کے

راجہ محمد عبداللہ نیاز

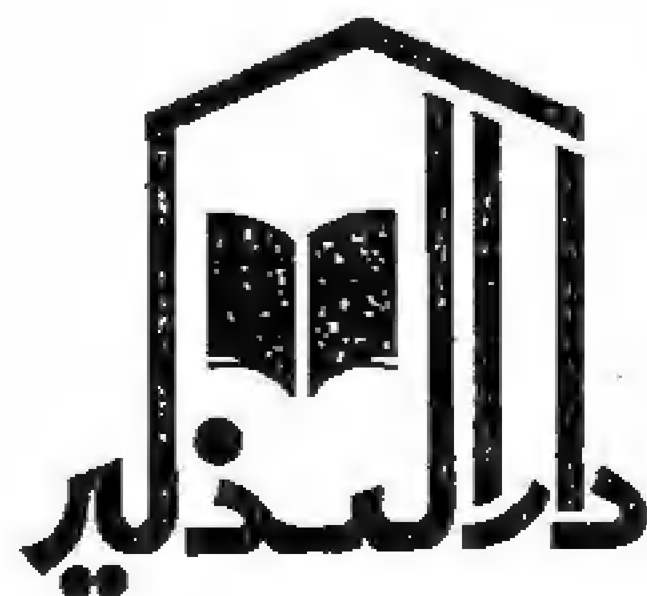


دارالتذکیر

یہ ہیں
کارنامے رسولِ خداؐ کے

(نعتیہ ترجیع بند)

راجہ محمد عبداللہ نیاز



ضابطہ

اشاعت اول	جون ۱۹۶۷ء
اشاعت ثانی	۱۹۹۸ء
شاعر	راجہ محمد عبداللہ نیاز
مرتب	پروفیسر جعفر بلوچ
کمپوزنگ	الاشراق کمپوزنگ سنٹر' گنپت روڈ' لاہور
قیمت	۴۰ روپے
ناشر	عمیر احسن
طابع	اے این اے پرنٹرز

دار التذکیر

رحمٰن مارکیٹ' غزنی سٹریٹ

اردو بازار' لاہور 54000

فون : 7231119

برگ سبز

ارباب قلم کا دستور ہے کہ کتابیں لکھ کر بڑے لوگوں کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں دنیا کے سب سے بڑے انسان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر جمیل ہے۔ اس لیے یہ پیش کش عقیدت و ارادت کہ درویش کا برگ سبز ہے' بارگاہ عالم قدوس میں نہایت ادب سے بھیجتا ہوں ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

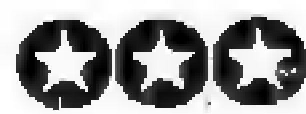
غلاماں غلام حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

محمد عبداللہ نیاز

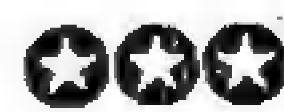
صلہ کی درخواست

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں

تو جہاندار مشرق و مغرب
تو شہنشاہ آسمانوں کا
حق نے تجھ کو امیں بنایا ہے
عرش اور فرش کے خزانوں کا
کون ہوگا' اگر نہ ہوگا تو
دستگیر اپنے مدح خوانوں کا
دو جہانوں کا تاجدار ہے تو
میں صلہ لوں گا دو جہانوں کا



فہرست



بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)
توحید کا اولیں عالمگیر تصور

کوئی وقت وہ تھا کہ بندے خدا کے
پرستار تھے قوتِ ماسوا کے
ابھارا جو ذروں کو وہمِ بشر نے
تو ہفت آسماں رہ گئے سر جھکا کے
گرجتے تھے بادل کہ معبود ہم ہیں
خدا بن کے چلتے تھے جھونکے ہوا کے
بھڑکتا تھا شعلہ' اچھلتا تھا پانی
"انا رب الاعلیٰ" کا نعرہ لگا کے
یہ نقشہ رہا قرنہا قرن قائم
اڑا آخر انساں بھی خود پر لگا کے
وہ قعرِ عناصر پرستی سے نکلا
خدا بن گیا آسمانوں پہ جا کے
خدا آفریں بن گیا ہر برہمن
خدائی کی مسند پہ بت کو بٹھا کے
کیا خود فریبی کا سامان پیدا
تراشے لقب دیو اور دیوتا کے

بنا ہم نوا اس کا پیرِ کلیسا
کیے اس نے بھی تین ٹکڑے خدا کے
غرض رکھ دیے حرص کثرت طلب نے
خدا ہی خدا شش جہت میں بسا کے
بدلنا تھا دنیا کے اس رنگ کو بھی
کسی نے بدل بھی دیا اس کو آ کے
اٹھا کوئی سالارِ توحید بن کر
بڑھا نصرتِ حق کا بیڑا اٹھا کے
اٹھا اور بڑھا فاتحانہ ادا سے
جنودِ ضلالت کو نیچا دکھا کے
بڑھا مشرق و مغرب و بحر و بر میں
شیاطیں کو ہر معرکہ میں بھگا کے
بڑھا اور بڑھتا ہی بڑھتا گیا وہ
رکا بھی تو بنیادِ باطل ہلا کے
بڑھا قلزمِ نور کی موج بن کر
رکا بھی تو ذروں کو انجم بنا کے
بڑھا اور ابرِ کرم بن کے برسا
رکا بھی تو دنیا میں موتی لٹا کے
دکھائے زمانہ کو نادیدہ جلوے
حقائق کے چہرے سے پردے ہٹا کے

جو قائل تھے تثلیث و کثرت کے اب تک
ہوئے معترف وحدتِ کبریا کے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲)

عرب میں ربط ملت کا پہلا درس

کوئی دور وہ تھا عرب اور عجم کا
کہ شیرازہؔ بکھرا ہوا تھا امم کا
ابھی فکرِ انساں پہ چھائی تھی ظلمت
یہ سورج بڑی دیر میں جا کے چمکا
نقوش آج جو ذہن پر مرتسم ہیں
نہ تھا نام ان کے وجود اور عدم کا
یہ وہ وقت تھا فردِ آزادہ رو کو
تصور نہ تھا زلفِ ملت کے خم کا
سراسر جہاں گو کہ ظلمت سرا تھا
مگر حال بدتر تھا ارضِ حرم کا
وہاں رنگ یہ تھا کہ ہر ہر قبیلہ
پرستار تھا اپنے صنم کا

اسے کیا خبر وحدتِ قوم کیا ہے
کہاں تھا شعور اس کو ربطِ بہم کا
وہاں روز ہوتے تھے خونریز جھگڑے
نہ پروا تھی اب کی، نہ احساس غم کا
گزرتی تھیں یوں قتل و غارت میں صدیاں
کہ امکاں نہ تھا صلح کے ایک دم کا
مگر کیا ستارہ تھا اس خاک کا بھی
کہ مولد بنی تاجدارِ امم کا
دگرگوں ہوا دفعتہً ذرہ ذرہ
پڑا سایہ جب اس جمیل الشیم کا
بنا آج دارالقضائے امم وہ
ملا اوج صحرا کو لوح و قلم کا
یہ صحرا نشیں کے نصیب اللہ اللہ!
کہ وارث بنا تختِ پرویز و جم کا
جب اک قوم بن کر مسلمان اٹھے
تو الٹا انہوں نے مرقع امم کا

جھجکتے وہ کیا وسعتِ بحر و بر سے

جنہیں عرش تھا راستہ دو قدم کا

کہاں ساربانی کہاں مرزبانی

یہ تھا اک کرشمہ کسی کے کرم کا

وہ تدبیرِ فاروقؓ و شمشیرِ خالدؓ

عطیہ تھی پیغمبرِؐ محترم کا

یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۳)

مجاہد اسلام کی شمشیرِ خاراشگاف

مجاہد نے ہاتھوں میں وہ تیغ اٹھائی
جو پیغام نصر من اللہ لائی
جنودِ ملائک رہے اس کے ہمراہ
کیا جس طرف عزمِ کشور کشائی
وہ دنیا کے ایک ایک میداں میں اترا
مگر کس کو تھی تابِ زور آزمائی
پہاڑ اس کی ہیبت سے اس طرح سمٹے
پری نیز و اطلس پہ ہنستی تھی رائی
وہ پردے تھے اطلس کے یا پرنیاں کے
ہٹے' اس نے انگشتِ پا جب لگائی
نہ صحرا کو چھوڑا' نہ دریا سے جھجکا
گیا پھاند دنیا کی ایک ایک کھائی
سمندر میں دوڑا دیا اس نے گھوڑا
زمیں کوئی باقی نظر جب نہ آئی
اِدھر ساحلِ اوقیانوس لرزا
اُدھر موجِ گنگ و جمن تھرتھرائی

جہاز اپنے خشکی پہ اس نے چلائے
جو ممکن نہ تھی بات وہ کر دکھائی
افق سے افق تک وہ اس طرح کوندا
کہ خود برق بھی رشک سے تلملائی
اذانِ سحر دی مدائن میں اس نے
نمازِ عشا قرطبہ میں پڑھائی
کیا طنجہ و کاشغر ایک اس نے
بنے بربری ترکمانوں کے بھائی
کیا جا کے خاموش آتش کدوں کو
لیا بت کدوں سے خراجِ خدائی
وطن سے وہ نکلا تھا بے ساز و ساماں
مگر بختِ یاور نے کی پیشوائی
جہاں پاؤں رکھا وہاں اس کے سر پر
تصدق ہوا تاجِ فرماں روائی
چلا کس کے نقشِ قدم پر مجاہد
یہ کس رہنما کی ہے معجز نمائی؟
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۴)

علم و حکمت کی تجلیوں کا عالم افروز سرچشمہ

فروغ آج مغرب کو ہے علم و فن سے
بہاریں ہم آغوش ہیں اس چمن سے
ستارے بہت تابناک اور تازہ
اتارے فرنگی نے چرخِ کہن سے
مگر اس کا یہ دورِ حیرت فزا ہے
بہت مختلف اس کے دورِ کہن سے
کبھی وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا
گریزاں تھا نور اس کے بیت الحزن سے
منور ہوا اس کا ظلمت کدہ بھی
کسی آفتابِ ہدیٰ کی کرن سے
شبستانِ عالم کی رگ رگ میں دوڑی
وہ موجِ تجلی جو اٹھی تھی بن سے
خدا جانے فرزندِ صحرا نے کیا کیا
کرشمے دکھائے نکل کر وطن سے
کتاب اور تلوار ہاتھوں میں لے کر
لیا کام اس نے جہادِ حسن سے

ہوئے طور ایک ایک وادی میں پیدا
کبھی اس کی شمشیرِ خارا شکن سے
مہ و انجم و مہر اترے زمیں پر
کبھی اس کی تکبیرِ گردوں فگن سے
وہ قوموں کو دیتا تھا پیغامِ "قم" بھی
لرزتے تھے سب جس کے حکمِ "بزن" سے
نمازوں سے عشق اور کتابوں* سے رغبت
فراغت جہاں اس کو ہوتی تھی رن سے
ممالک میں دارالعلوم اس نے کھولے
ابلنے لگا نور دشت و دمن سے
اٹھی "رب زدنی" کی گلبانگ ہر سو
در و بام سے خلوت و انجمن سے
وہ اک چشمۂ فیض تھا اور دعائیں
ملیں اس کو اقوامِ تشنہ دہن سے
وہ آبِ بقا تھا جسے ڈھونڈتے تھے
سب آ آ کے اپنے اندھیرے وطن سے
یہی ایک مردِ خدا تھا جہاں میں
جسے من کا سرمایہ پیارا تھا دھن سے
ادب میں، ریاضی میں اور فلسفہ میں
وہ برتر تھا دانش ورانِ زمن سے

وہ پیچھے نہ تھا ابن مریم سے طب میں
وہ آگے تھا ہیئت میں ہر برہمن سے
امام علوم ادق بھی وہی تھا
خداداد تھا ربط جس کو سخن سے
ان اوصافِ عالی کی امید کب تھی
کسی مردِ صحرا سے یا راہ زن سے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۵)

علمائے اسلام کی جلالت قدر

ابھی تشنۂ شرح ہے یہ کہانی
ہوا بند کوزہ میں دریا کا پانی
اک امیؐ نے اور اس کی امت نے کیا کیا
ہویدا کیے راز ہائے نہانی
ابھارے دفینے ادھر سب زمیں کے
اتارے خزینے ادھر آسمانی
علوم اور قرآں میں یہ رابطہ ہے
کسی کا وہ خاتم، کسی کا وہ بانی
یہ صحرا نشینوں کی تقدیر میں تھا
کریں اٹھ کے ہر علم کی باغبانی
ریاضی میں، ہیئت میں، طب میں، ادب میں
فتوحاتِ اسلام ہیں غیر فانی
سلرنو کو بغداد کو قرطبہ کو
مسلماں نے دی شہرتِ جاودانی
سپین اور سسلی میں کرتا رہا وہ
سحابِ کرم بن کے گوہر فشانی
کیا زندہ یونان کے فلسفہ کو
دوبارہ اسے بخش دی زندگانی

جب اپنی ذہانت کے جوہر دکھائے
تو بہتر رہا نقش اول سے ثانی
کمالِ ابونصر ارفع تھا اس سے
کہ انجام دے خدمت ترجمانی
ارسطو سے بڑھ کر بہار آفریں تھی
چمن بندِ فاراب کی گل فشانی
نہیں منکرِ عظمتِ ابن سینا
فرنگی بھی با ایں ہمہ لن ترانی
وہ یورپ کا استاد اسے مانتا ہے
کہ دشوار تھی یہ حقیقت چھپانی
اسے یاد ہیں ابن رشد اور غزالی
کبھی جن کی یورپ پہ تھی حکمرانی
اسے آج تک ہیں چراغِ ہدایت
حکیم ابن یونس، حکیم البتانی
انھی کے فیوضِ تلمذ نے بخشی
میسر ہے آج اس کو جو کامرانی
مگر ان بزرگوں کو یہ سربلندی
عطا کس نے کی از رہِ مہربانی

یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۶)

مساواتِ انسانی کا واحد مبلغ

جہاں اختلافِ مدارج کا گھر ہے
کوئی خاک بر سر کوئی تاجور ہے
کسی کے مقدر میں ہے قعرِ پستی
کوئی مسندِ اَوج پر جلوہ گر ہے
نظام جہاں کی بنا ہے اسی پر
کوئی کارفرما کوئی کارگر ہے
یہ اک امرِ واقع ہے لیکن ازل سے
یہی امر بنیادِ ہر شور و شر ہے
یہی ہر رعونت کا خالق جہاں میں
یہی ہر تمرد کا پیغام بر ہے
یہی برہمن کی بہاروں کا ساماں
یہی ویش و شودر کا داغِ جگر ہے
یہی مصدرِ جبرِ اہلِ حکومت
یہی منبع کبرِ اربابِ زر ہے
کیا رنگ اور خوں کو تقسیم اسی نے
یہی قاطعِ اتحادِ بشر ہے
مساواتِ انساں کا واحد مبلغ
جہاں میں مسلمانِ عالی گہر ہے

سلاطین گیتی لرزتے ہیں اس سے
کہ وہ دردِ جمہور کا چارہ گر ہے
وہ ناآشنا ہے سپید و سیہ سے
فقط صبغۃ اللّٰہ پہ اس کی نظر ہے
وہ وارث ہے اقطاعِ روئے زمیں کا
عرب اس کا گھر ہے، عجم اس کا گھر ہے
نہ وہ برہمن کی خدائی کا قائل
نہ شودر کے سایہ سے اس کو حذر ہے
پہاڑوں سے الجھے تو وہ برقِ خاطف
گلستاں سے گزرے تو بادِ سحر ہے
ذرا غور فرمائیں اربابِ بینش
یہ کس آفتابِ ہدیٰ کا اثر ہے
اٹھا پردۂ امتیاز اس طرح سے
کہ ہر ذرہ ہم دوشِ شمس و قمر ہے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۷)

پیکرِ حسناتِ بوقلموں

مسلماں دو عالم میں بالا نشیں ہے
وہ گنجِ سعادت کا واحد امیں ہے
وہ سر تا قدم مظہرِ شانِ ایزد
محاسن کا اک پیکرِ دل نشیں ہے
جسے طور حیرت سے دیکھے، وہ صورت
جسے نور سجدہ کرے، وہ جبیں ہے
اگر آسمانوں پہ اس کا گزر ہو
فرشتہ بھی ہم پایہ اس کا نہیں ہے
اگر وہ اتر آئے سطحِ زمیں پر
تو سرخیلِ اقوامِ روئے زمیں ہے
مصلیٰ اسے مسندِ شہریاری
تو خلق حسن اس کا حسنِ حصیں ہے
جہاں سر جھکا دے وہ یادِ خدا میں
زمیں کا وہ ٹکڑا سپہرِ بریں ہے
ادھر اس کے جاہ و حشم کا یہ عالم
خداوندِ دیہیم و تخت و نگیں ہے
ادھر اس کا اعلان "الفقر فخری"
کہ دنیائے دوں جنت الکافریں ہے

نثار اس کے قدموں پہ دنیا کی دولت
مگر گھر میں کھانے کو نانِ جویں ہے
کوئی اس کی تصویر کس طرح کھینچے
کہ ہر گوشۂ سیرت اس کا حسیں ہے
وہی جلوہ آرائے دربارِ شاہی
جو مسجد کے حجرے میں خلوت گزیں ہے
وہی بیڑیاں کاٹتا ہے بشر کی
جو خود پا بہ زنجیرِ احکامِ دیں ہے
وہی سروِ آزاد ہے اس چمن کا
جو سبزہ کی مانند سر بر زمیں ہے
اگر عرصۂ رزم میں جا کے دیکھو
وہاں اس کی ایک ایک رگ آہنیں ہے
اگر خلوت و بزم میں آ کے دیکھو
یہاں موم پہلو میں ہے' دل نہیں ہے
کہیں کوندتا ہے وہ بجلی کی صورت
کہیں وہ سحابِ بہار آفریں ہے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۸)

غریبوں اور ضعیفوں کے سیہ خانہ میں انقلاب کا نور

ہوا نورِ عدل آشکارا جہاں میں
بجھا ظلم کا ہر شرارا جہاں میں
کیا پست و بالا کو جس نے مساوی
وہ مرسل ہوا جلوہ آرا جہاں میں
غریبوں کا وہ سب سے پہلا مربی
ضعیفوں کا واحد سہارا جہاں میں
وہی جس نے انسانیت کے گلے سے
تعبد کا ہر طوق اتارا جہاں میں
وہی جس نے ہر عبد کو حر بنا کر
اسے ہر طرح سے ابھارا جہاں میں
وہی جس کے انوارِ فیضِ نظر سے
گہر بن گیا سنگِ خارا جہاں میں
کتابوں سے پوچھو کہ مملوک کیونکر
بنا وارثِ تاجِ دارا جہاں میں
سلاطینِ عالم کی زریں قبائیں
ہوئیں کس طرح پارا پارا جہاں میں

حبش کا غلام اور اس کا یہ رتبہ
لحد بوس ہیں کشور آرا جہاں میں
وہ تھا اور ہے اور رہے گا ابد تک
مسلماں کی آنکھوں کا تارا جہاں میں

یہ اعجاز اے تاجدارِؐ مدینہ
تمہارا ہے اور بس تمہارا جہاں میں
وہ ذرہ نہیں جو تمہارے کرم سے
نہ چمکا ہو بن کر ستاراؔ جہاں میں

فقط تم نے مزدور کا دل بڑھایا
زبوں حال تھا وہ بچارا جہاں میں
تمہاری عنایت سے سمجھا گیا وہ
خداوندِ عالم کا پیارا جہاں میں

بگڑنے پہ اقوامِ عالم مصر تھیں
مگر تم نے ان کو سنوارا جہاں میں
غضب تھا کہ معصوم بیٹی کے سر پر
چلاتا تھا خود باپ آرا جہاں میں

مگر تم نے روکا تو پھر کس نے دیکھا
یہ انسانیت کُش نظارا جہاں میں
کبھی تختہ مشقِ شدائد تھی عورت
بمشکل تھا اس کا گزارا جہاں میں

نہ دم مارنے کی اجازت تھی اس کو
نہ صبر و تحمل کا یارا جہاں میں
عنایت کیے سب حقوق اس کو تم نے
کیا اس کو زندہ دوبارا جہاں میں
جو دیکھی یہ ذرہ نوازی تمھاری
تو ایک ایک ذرہ پکارا جہاں میں
یہ ہیں کارنامۂ رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۹)

خداوند جلیل کا آخری صحیفہ

صحائف میں قرآں کا رتبہ ہے عالی
مسلم ہے اس کی فقید المثالی
معارف سے لبریز ایک ایک جملہ
حقائق سے نقطہ نہیں کوئی خالی
کلام الٰہی سے کیا نسبت ان کو
مثالی سہی آب و تابِ لآلی
وہ ابرِ کرم بن کے دنیا میں برسا
ہوئی اس سے شاداب ہر خشک ڈالی
کیے فاش اسرار سربستہ اس نے
گرہ اس نے ہرراز کی کھول ڈالی
کتابوں میں وہ رہ گئے منہ چھپا کر
زمانے میں جو فلسفے تھے خیالی
الٹ کر جہاں کی بساطِ کہن کو
سراسر نئی ایک دنیا بسا لی
فقط چند جملوں سے عالم کو بدلا
فقط چند اشاروں میں بگڑی بنا لی
کہا "آمنوا" اور عرب اور عجم نے
"ھوالحق" کہا اور گردن جھکا لی
کہا "قاتلوا" اور جنود و عساکر
اٹھے اور رہِ حق میں تلوار اٹھا لی

کہا "احسنوا" اور زمیں پر دکھا دی
بشر نے ادائے ملائک خصالی
کہا "وارکعوا" اور ہوئے سر بزانو
ادانی کے پہلو بہ پہلو اعالی
کہا "واذکروا" جب کہ صدیوں کی رنجش
دلوں سے نکالی، دنوں میں نکالی
کہا "ان الارض" اور سکانِ صحرا
بنے دفعتہً ہفت کشور کے والی
کہا "انظروا" جس کی تاکید کرکے
علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی
الٰہی نے دامن بھرا موتیوں سے
طبیعی نے اک اک مراد اپنی پالی
اسی شے نے یورپ کی کایا پلٹ دی
ہوئی ختم اس کی پراگندہ حالی
مگر آج بیکن کے سر ہے یہ سہرا
کسی کی یہ دولت کسی نے چرا لی
غرض اس کتاب سراسر ہدیٰ نے
دکھائیں جہاں میں بہاریں نرالی
اس آئینۂ ایزدی میں کسی نے
دکھائے بشر کو مقاماتِ عالی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۰)

نماز

نمازوں سے دنیا میں شوکت ہماری
نمازوں سے عقبیٰ میں راحت ہماری
نمازوں نے خاکی کو نوری بنایا
سراپا تجلی ہے فطرت ہماری
نمازوں سے جبریل سیما ہے مسلم
ملائک سے ملتی ہے صورت ہماری
خدائی عطا کی ہمیں بندگی نے
حکومت ہے گویا عبادت ہماری
ہمیں یہ صلہ طاعتِ رب نے بخشا
کہ اقوام نے کی اطاعت ہماری
فسانوں میں پھیلیں ہماری نمازیں
ازانوں میں گونجی حکایت ہماری
نمازوں سے قائم ہوا دینِ قیّم
نمازوں سے باقی ہے سطوت ہماری
ہمیں صحنِ مسجد شبستانِ شاہی
کہ شب زندہ داری ہے عشرت ہماری

نہیں قلعہ سے کم مصلیٰ ہمارا
نہیں فوج سے کم جماعت ہماری
صفیں باندھ کر سر جھکاتے ہیں جب ہم
کوئی آ کے دیکھے جلالت ہماری
یہ خاموش مجمع' یہ ضبطِ تکلم
دلوں پر بٹھاتا ہے ہیبت ہماری
قیاما" رکوعا" سجودا" قعودا"
نمازیں ہیں شمعِ ہدایت ہماری
جھکاتی ہیں بندوں کو درگاہِ حق میں
بتاتی ہیں ہم کو حقیقت ہماری
اٹھاتی ہیں سجدوں میں ہم کو گرا کر
بندھاتی ہیں اس طرح ہمت ہماری
سُجھاتی ہیں اوقات کی قدر و قیمت
بڑھاتی ہیں ہر لمحہ دولت ہماری
پڑھاتی ہیں درسِ مساواتِ انساں
دکھاتی ہیں شانِ اخوت ہماری
بیک وقت دونوں اتم اور اکمل
اطاعت ہماری' امامت ہماری
یہ اک رکن دیں اور ہر دیں سے افضل
مذاہب پہ بھاری عبادت ہماری

خدا اپنے گھر میں بلاتا ہے ہم کو
خدا داد ہے یہ سعادت ہماری
جہاں یادِ باری میں ہم سر جھکا دیں
زمیں کا وہ ٹکڑا ہے جنت ہماری
پڑھائی ہیں کس نے نمازیں جہاں کو
عطیہ ہے کس کا یہ نعمت ہماری؟
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۱)

ایک نئے جہاں کی تعمیر

کیا اک جہاں اور تیار اس نے
کہ بدلے خیالات و افکار اس نے
گدایانِ مجبور کے سر پہ رکھ دی
کلاہِ سلاطینِ جبار اس نے
اٹھا لے گیا جھونپڑوں کو فلک پر
محل رکھ دیے کرکے مسمار اس نے
غرورِ زر و جاہ و رنگ و نسب کو
مٹایا زمانے سے یک بار اس نے
ابھرنا تھا اعمال کو اور وہ ابھرے
کہ بدلا فضیلت کا معیار اس نے
نماز اور حج اور زکوٰۃ اور روزہ
فرائض مقرر کیے چار اس نے
لگائے عجب چار چاند اس نے دیں کو
بکھیرے نرالے یہ انوار اس نے
نماز اور روزہ کی تاکید کرکے
بنایا بشر کو نکوکار اس نے

نماز اور حج میں ہمیں جمع کر کے
بنا لی عجب فوج جرار اس نے
اتارا مساجد سے میداں میں ہم کو
عطا کی کتاب اور تلوار اس نے
بٹھایا ہمیں مسندِ خسروی پر
بنایا جہاں میں جہاں دار اس نے
عرب بن گیا مرکزِ ہفت کشور
جھکایا سرِ ہفت پرکار اس نے
مواخاتِ اقوام کی طرح ڈالی
ملائے بیک دیگر امصار اس نے
زکوٰۃ اور خیرات سے منعموں کو
بنایا غریبوں کا غم خوار اس نے
بنی اس کی امت خزانوں کی وارث
نہ رہنے دیا ہم کو نادار اس نے
سراسر شفا ہیں یہ روزے ہمارے
مٹایا ہمارا ہر آزار اس نے
اطبائے مغرب بھی ہیں محوِ حیرت
کیے فاش طب کے وہ اسرار اس نے
ہمیں تیس دن کچھ سویرے جگا کر
دیا تحفۂ بختِ بیدار اس نے

عبادت کے اخلاق کے شہریت کے
بتائے سب آداب و اطوار اس نے
سلیقہ نہ تھا بات کرنے کا ہم کو
سکھایا ہمیں حسنِ گفتار اس نے
ٹپکتا تھا ہر ہر قدم پر تمرد
سنوارا یہ اندازِ رفتار اس نے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۴)

حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذرہ نوازیاں

وہ اقوام و افراد کا حکمراں ہے
وہ ہر خرمن و دانہ کا پاسباں ہے
اسے دل گرفتہ کلی بھی ہے پیاری
جو گلزارِ شاداب کا باغباں ہے
ہوا مستنیر اس کے جلووں سے گھر گھر
کہ وہ خانہ افروزِ کون و مکاں ہے
کیا استوار اس نے ایک ایک رشتہ
وہ معمارِ ہر خانہ و خانداں ہے
نہیں غیر بھی غیر اس کی نظر میں
وہ ہر چند یاروں کا بھی قدرداں ہے
مساکیں، یتامیٰ، پڑوسی، مسافر
وہ اک اک کا مونس ہے اور مہرباں ہے
مریض اور اسیر اور غلام اور کنیزیں
محمدؐ کے سایہ میں سارا جہاں ہے
وہ عاصی جو ہو راندۂ ہفت کشور
حریمِ نبیؐ اس کو دارالاماں ہے
اگر اس کی محفل میں آ جائے اندھا
تو "جاء ہ الاعمیٰ" اس اندھے کی شاں ہے

در ہر ضعیفہ پہ اللہ اکبر!
دعاؤں کا طالب شہؐ دو جہاں ہے
زکواۃ اس لیے جزوِ اسلام ٹھہری
کہ مفلس کو سامانِ آرامِ جاں ہے
مٹایا گیا سود کو اس بنا پر
کہ مقروض کے سر پہ بارِ گراں ہے
گرایا گیا قصرِ سرمایہ داری
کہ محنت کے سر پر اک اور آسماں ہے
غریبوں کو بخشا گیا گنجِ تقویٰ
کہ یہ ان کا سرمایۂ جاوداں ہے
کمال اس کی ذرہ نوازی کا دیکھو
وہ غم خوار اس کا ہے جو ناتواں ہے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۳)

اعدائے سرکش

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بخت یاور

عداوت کے بادل اٹھے بحر و بر سے
بہت دیر گرجے' بہت دیر برسے
خدا دشمنی جن کی تقدیر میں تھی
انہوں نے لیا کام ہر شور و شر سے
مگر نور کس طرح پردوں میں رہتا
ہوا جلوہ آرا وہ ہر بام و در سے

کوئی وقت وہ تھا کہ تلوار لے کر
عمر ابن خطاب نکلے تھے گھر سے
سر راہ قسمت کھڑی ہنس رہی تھی
"کہاں تک بچو گے کسی کی نظر سے؟"
محمدؐ کے قدموں پہ سر تھا عمرؓ کا
کدھر لے گیا بخت ان کو کدھر سے!

وہ خالدؓ جو تائیدِ لات و ہبل میں
احد میں مسلح تھے تیغ و سپر سے
مدینہ میں بے طوق و زنجیر پہنچے
کہاں تک وہ لڑتے قضا و قدر سے
وہ سیف خدا بن کے اس طرح چمکے
کہ "احسنت" نکلا زبان قمر سے

وہ وحشیؓ وہ حمزہؓ کا بے درد قاتل
لرزتی تھی انسانیت جس کے ڈر سے
صداقت نے جب اس کی کایا پلٹ دی
ہوا طالبِ عفو خیر البشرؐ سے
پشیماں تھا اپنی سیہ کاریوں پر
نہ رکتا تھا سیلِ رواں چشمِ تر سے

وہ عروہؓ جو کفار کے ایلچی تھے
بچے باتوں باتوں میں نارِ سقر سے
سعادت انہیں بھی مدینہ میں لائی
وہ لوٹے کفن باندھ کر اپنے سر سے

وہ طائف کا سردار جس نے نبیؐ کو
کرایا تھا مجروح خشت و حجر سے
نہ خالی رہا اس ستمگر کا دل بھی
پیمبرؐ کی تعلیم معجز اثر سے
مدینہ میں آ کر خطا بخشوائی
بصد عجز، لولاک کے تاجورؐ سے

مثالیں ہزاروں ہیں لکھوں کہاں تک
قلم روکتا ہوں طوالت کے ڈر سے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۴)

مغرب کے اربابِ قلم کا خراج عقیدت

(وہ دن دور نہیں کہ تمام یورپ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا" (برنارڈشا)

محمدؐ کے مدّاح اغیار بھی ہیں
وہ اربابِ آرا و افکار بھی ہیں
وہ صدہا وسیع النظر اہلِ مغرب
جو نقادِ ایام و ادوار بھی ہیں
وہ صدہا حکیم اور ادیب اور مورخ
جو غواصِ دریائے اسرار بھی ہیں
کئی ان میں قائل ہیں روحانیت کے
کئی مادّہ کے پرستار بھی ہیں
کئی ان میں تحقیق کے مرد میداں
کئی حق سے بالطبع بیزار بھی ہیں
مگر سب کو ہے اعترافِ حقائق
جو ناقابلِ رد و انکار بھی ہیں
پڑھو کارلائل کے الفاظِ دل کش
کہ تمثالِ نیرنگِ گفتار بھی ہیں
پڑھو آرنلڈ اور گبن کی رائیں
کہ وہ حق کا بے لاگ اظہار بھی ہیں
پڑھو کاستی کے دلآویز جملے
کہ جذبات کے آئنہ دار بھی ہیں

کتابیں سکاٹ اور ڈریپر کی دیکھو
کہ ان میں صداقت کے انوار بھی ہیں
انھیں یاد آتے ہیں احساں عرب کے
ثناگر بھی ہیں اور گراں بار بھی ہیں
سنو آج برنارڈ کیا کہہ رہا ہے
کہ پیشِ نظر اس کے آثار بھی ہیں
بہ الفاظ برنارڈ سب اہل یورپ
مسلمان بننے کو تیار بھی ہیں
طبائع میں یہ انقلاب اللہ اللہ
کہ مومن نما آج کفار بھی ہیں
جہاں ظلمتوں کا ہجوم آج تک تھا
وہاں کچھ شعاعیں نمودار بھی ہیں
ابھی اور جھلکے گی اے شمعِ حق تو
کہ بے تاب یورپ کے دربار بھی ہیں
منور بہ اسلام ہوں گی وہ قومیں
جو بے دیں ہیں اور مستِ پندار بھی ہیں
وہ بیدار ہو کر نواسنج ہوں گی
اگر ظلمتِ شب سے لاچار بھی ہیں
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۵)

ہمارا حسین و جمیل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ نامِ خدا ہے کچھ ایسا حسیں بھی
کہ شیدا ہے خود احسن الخالقیں بھی
قتیل اس کی تیغِ نظر کے ملائک
اسیر اس کی زلفوں کی حورانِ عیں بھی
ستاروں کی تسبیح ہاتھوں میں لے کر
درود اس پہ پڑھتا ہے چرخِ بریں بھی
قمر جس کے پرتو سے روشن، وہ طلعت
سحر جس پہ قربان ہو وہ جبیں بھی
فدا اس پہ کشور کشایانِ گیتی
غلام اس کے دنیا کے مسند نشیں بھی
کیا جس نے اعلانِ "الفقر فخری"
نثار اس کے قدموں پہ تاج و نگیں بھی
کوئی تو ادا ہے جہانگیر اس کی
کہ ہسپانیہ بھی تصدق ہے چیں بھی
ہمیں اپنے آقا سے ہے وہ محبت
نہیں ہے عزیز اس سے جانِ حزیں بھی
ہمیں بارہا آزمایا فلک نے
جفائیں بہت اس کی ہم نے سہیں بھی

مسلماں نے ▪ خونچکاں کھیل کھیلا
کہ رنگیں ہے تاریخ روئے زمیں بھی
چمن رکھ دیئے اس نے جب ان کی زد میں
تو خود بجلیوں نے کہی آفریں بھی
مثالیں ہزاروں ہیں کس طرح لکھوں
وہ حیرت فزا بھی ہیں' وجد آفریں بھی
مسلماں کی معراج عشقِ محمدؐ
یہی اس کی دنیا' یہی اس کا دیں بھی
تہِ چرخ یہ والہانہ ارادت
نہ ہوگی کسی کو کسی سے کہیں بھی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۶)

غزوۂ بدر کی داستان کا ایک صفحہ

جنھیں عشق تھا خواجۂ دو جہاں سے
وہ ڈرتے نہ تھے ساعتِ امتحاں سے
زمیں تھرتھراتی تھی زد ان کی کھا کر
وہ ٹکرا کے رہتے تھے ہفت آسماں سے
شہیدانِ راہِ خدا کی نظر میں
فزوں خاکِ مقتل تھی صحن جناں سے
بلالؓ اور عمارؓ و یاسرؓ کے سر پر
جو گزری تھی پوچھو وہ تاریخ داں سے
مگر کیا کلیجہ تھا ان بے کسوں کا
کہ اف بھی نہ نکلی کسی کی زباں سے
سناتا ہوں چھوٹا سا اک واقعہ اب
تمہیں غزوۂ بدر کی داستاں سے
غثیمہؓ تھے باپ اور سعدؓ ان کے بیٹے
کہا یہ غثیمہؓ نے اس نوجواں سے
یہ موقع شہادت کا دے دے مجھی کو
یہ دولت نہ چھین آج مجھ ناتواں سے
نہ دل ہی میں رہ جائے دل کی یہ حسرت
یہاں موت کی آمدِ ناگہاں سے

نگہداشت آخر ضروری ہے گھر کی
نہ جا میرے نورِ نظر! تو یہاں سے
مگر سعدؔ یہ بات کب مانتے تھے
انہوں نے کہا والدِ مہرباں سے
"اسی آرزو میں ہوں بیتاب میں بھی
ملوں جا کے اللہ کے کارواں سے
خدا کے لیے آپ خود گھر میں رہیے
ضعیفی میں آئے گی طاقت کہاں سے
یہاں کیا کروں بیٹھ کر عورتوں میں
مجھے کھیلنے دیجے تیغ و سناں سے"
غرض باپ بیٹے میں اک کشمکش تھی
کہ ایماں تھا محبوب تر ان کو جاں سے
ہوئیں قرعہ اندازیاں ان میں باہم
رجوع ان کو کرنی پڑی آسماں سے
پڑا سعد کے نام پر قرعہ آخر
خوشی ان کی باہر تھی حد بیاں سے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۷)

مجاہدینِ اسلام کی بلند ہمتی

خدا اعتمادی و خود اعتمادی
سبق دو پڑھاتا ہے بطحا کا ہادیؐ
نہیں ساز و ساماں پہ مسلم کو تکیہ
اسے بس ہیں اس کے قوائے ارادی
تماشا کرے کیا لب بام آ کر
جو ہو آگ میں کود پڑنے کا عادی
جب اندلس کا غازی کنارے پر اترا
وہیں اس نے ایک ایک کشتی جلا دی
وہ مرد خدا جانتا تھا یہ نکتہ
کہ اک شے ہیں نامردی و نامرادی
چڑھا شہرِ قیصر پہ ترکِ مجاہد
کئی میل خشکی پہ کشتی چلا دی
مراکو کے فاتح نے راہِ خدا میں
جب ایڑ اپنے گھوڑے کو اٹھ کر بتا دی
وہ تا ساحلِ اوقیانوس پہنچا
زمیں اس نے حدِ نظر تک ہلا دی
کہا پھر بہ حسرت کہ اے ربِّ کعبہ
یہاں تک تو کی میں نے تیری منادی

اگر بحر حائل نہ ہوتا تو سنتی
ترا نام مغرب کی ایک ایک وادی
اٹھا سعدؓ اک مختصر فوج لے کر
تو تھرا گئی سطوتِ کیقبادی
اُدھر سخت بپھری ہوئی موجِ دجلہ
اِدھر بے نوا فوج اور سیدھی سادی
نہ پل تھا نہ کشتی مگر اس کی ہمت
عدو کی تدابیر پر مسکرا دی
سواروں کے رہوار لوہے کا پل تھا
سرِ آب انہوں نے یہ پٹڑی بچھا دی
"وہ دیو آئے دیو آئے" کا غلغلہ تھا
غضب ناک لہروں نے گردن جھکا دی
غرض جس مجاہد نے تلوار اٹھائی
قیامت بپا کی کرامت دکھا دی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۱۸)

شہنشاہِ کونینؐ کی جہاں بخشی

صحابہ میں دو چار اربابِ زر تھے
تہی دست اور بے نوا بیشتر تھے
وہ بے شک جماعت تھی قدوسیوں کی
بباطن ملائک بظاہر بشر تھے
مگر صاحبِ قصر و ایواں نہ تھے وہ
غریبانہ دیس اور غریبانہ گھر تھے
ابوبکرؓ و عثمانؓ تاجر تھے دونوں
فقط چند اونٹوں کے مالک عمرؓ تھے
کئی دن نہ جلتا تھا چولھا بھی گھر میں
علیؓ دولتِ فقر سے بہرہ ور تھے
مگر دفعتہً بخت جب ان کا جاگا
وہی مسند آرا تھے اور تاجور تھے
مناصب نے چمکا دیا سیکڑوں کو
جو ذرے تھے کل، آج شمس و قمر تھے
جو غش کھا کے گرتے تھے ہر ہر قدم پر
وہی فاقہ کش خازنِ سیم و زر تھے
غنی تھے وہ انصار تھے یا مہاجر
کہ اک اک کے دامن میں لعل و گہر تھے
ملا یہ صلہ سرفروشی کا ان کو
کہ ان کے قدم تھے سلاطین کے سر تھے

بیک وقت جب سعدؓ اور بوعبیدہؓ
مسلماں ہوئے تھے وہ خود بے خبر تھے
کہ بختِ رسا کھینچ لایا تھا ان کو
وہ مامور اک خدمتِ خاص پر تھے
انھوں نے کیا سرنگوں رومیوں کو(۱)
وہ ایران کے فاتح نامور تھے(۲)
ادھر تیغ خالد کے شعلوں سے روشن
عراق و مدائن کے دیوار و در تھے
بن العاص یعنی عرب کے وہ موسیٰ
ادھر ارض فرعون میں جلوہ گر تھے
بھرا جن سے آل امیہ نے دامن
لٹائے ہوئے ہاشمیؐ کے گھر تھے
اسی کی عنایت سے عباس زادے
کئی پشت تک حاکمِ بحر و بر تھے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

۱۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ

(۱۹)

خلافت راشدہ کے دور کی ایک جھلک

خلافت کہ جمہور کی سروری ہے
خدا ترسی و معدلت گستری ہے
ضعیفوں کو اقوام عالم نے روندا
گواہ اس پہ نہُ گنبدِ اخضری ہے
یہ اک جرم ہے عام و دیرینہ لیکن
اک امت محمدؐ کی اس سے بری ہے
نگاہِ مسلماں میں تاج حکومت
خدا کی امانت ہے' سر پر دھری ہے
وہ ہے پاسبانِ حقوقِ خلائق
حرام اس پہ سلطانی و قیصری ہے
بجا کہہ گیا ہے یہ مشرق کا شاعر
یہاں سروری کیا ہے' خدمتگری ہے
عمرؓ جس کی ہیبت سے روئے زمیں پر
سلاطیں کے دربار میں تھرتھری ہے
کھڑا آ کے ہوتا ہے قاضی کے آگے
کہ پابندِ آئینِ پیغمبریؐ ہے
وہ دربار دین متیں کا ہے جس میں
گدا کو شہنشاہ سے ہمسری ہے

مدینہ کی معذور بڑھیا کے گھر میں
عمرؓ اور ابوبکرؓ کی نوکری ہے
علیؓ دربدر روٹیاں بانٹتے ہیں
کہ فرضِ جہانباں' جہاں پروری ہے
سعید ابن عامر ہیں صوبہ کے ناظم
مگر گھر میں فاقہ ہے اور بے زری ہے
اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر
سپہرِ خلافت کا جو مشتری ہے
تصدق ہوا جس پہ تاجِ دو عالم
خود اس سر پہ لکڑی کی گٹھڑی دھری ہے
حقائق قلم بند کیا کیا کروں میں
کہ ہر بات میں اک نئی دلبری ہے
کتابوں میں دیکھو صحابہؓ کی سیرت
محاسن سے تاریخ یکسر بھری ہے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۰)

شہنشاہی میں فقیری

مسلماں کہ پیرو ہے خیرالبشرؐ کا
جہاں میں امیں ہے قضا و قدر کا
محافظ ہے ناموسِ اسلام کا وہ
محاسب نہیں اپنے نفع و ضرر کا
نہیں اس کو سرمایہ داری سے رغبت
وہ جویا ہے اک گنجِ پائندہ تر کا
"اسے تین راتیں بھی رہنے نہ دوں میں
احد کوئی لا دے اگر مجھ کو زر کا"
بدلتا رہا بھوک سے کروٹیں جو
یہ ارشاد ہے اس شہِ بحر و بر کا
خزانے جب آتے تھے اونٹوں پہ لد کر
تو ہنستا تھا ان پر غبار اس کے گھر کا
کیے عمر بھر اس نے فاقوں پہ فاقے
سلیماں حشم تھا، گدا جس کے در کا
لرزتے تھے کسریٰ و قیصر بھی جس سے
اڑھائی درم خرچ تھا اس عمرؓ کا
عمرؓ اور بھی اک ہوا مسند آرا
جو ثانی تھا فاروقِؓ عالی گہر کا

کیے اس نے اموالِ مغصوبہ واپس
تو پہلے صفایا کیا اپنے گھر کا
لیا اپنی بیوی سے بھی وہ جواہر
جو تھا پاس اس کے عطیہ پدر کا
وہ بیت المقدس کا سلطانِ اعظم
دیا جس نے یورپ کو چرکے پہ چرکا
اڑائے پرخچے نصاریٰ کے جس نے
کیا خاتمہ ان کے صدیوں کے شر کا
دمِ مرگ خالی تھا اس کا خزانہ
فقط ایک دینار تھا اس کا ترکا
شہنشاہِ ہندوستاں ناصرالدیں
نمونہ وہ اصحاب قدسی سیر کا
وہ قرآن لکھتا تھا اور اس کی اجرت
سہارا تھی اس باخدا تاجور کا
بیک وقت درویشی و بادشاہی
یہ اعجاز تھا کس کے فیضِ نظر کا
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۱)

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی آخری قمیص

عمرؒ فخر اسلام و فخر زمن تھا
کہ ہر کام اس کا بطرزِ حسن تھا
تراشا جنھوں نے بتِ سلطنت کو
خود ان کے گھرانے میں اک بت شکن تھا
مدینہ کا ناظم تھا وہ اول اول
جہاں وہ بصد ناز جلوہ فگن تھا
بدلتا تھا ہر روز پوشاک تازہ
جوانی کا عالم تھا اور بانکپن تھا
وہ سرمست تھا اور اسے کیا خبر تھی
کہ بالائے سر آسماں خندہ زن تھا
ہوا جب وہ مسند نشینِ خلافت
عمر میں تغیر تھا اور دفعتہً تھا
مدینہ سے وابستہ تھے وہ ظواہر
نہ اب وہ بہاریں نہ اب وہ چمن تھا
یہ احساس پیدا ہوا اس کے دل میں
وہ اب ناز بردارِ ہر مرد و زن تھا
وہی پاسباں تھا اب اس سلطنت کا
کہ گوشے میں اس کے خود اس کا وطن تھا

بظاہر بڑی شان تھی آج اس کی
سکندر حشم اور جم انجمن تھا
یہ وہ دن تھے زیرِ نگینِ خلافت
خراسان و مصر و دمشق و یمن تھا
وہ پرچم جو اڑتا تھا جبرالٹر پر
سرِ قیرواں پر بھی سایہ فگن تھا
مگر خود خلیفہ کی روداد پوچھو
تو دل تا دمِ واپسیں پر محن تھا
یہ تھا بسترِ مرگ پر حال اس کا
کہ اک سادہ کرتا تھا جو زیب تن تھا
عیادت کو آتے تھے چھوٹے بڑے سب
شب و روز اک مجمعِ مرد و زن تھا
اسے دھو بھی سکتی نہ تھی اس کی بیوی
یہی ایک، اور آخری پیرہن تھا
اسی ایک کرتے میں دی جان اس نے
کہ پھر خاکِ مرقد تھی، وہ تھا، کفن تھا
جو زیور تھا اسلام اور مسلموں کا
یہی فقر تھا اور یہی سادہ پن تھا
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۲)

ایک صحابی حضرت ابو درداؓ کا ایثار

مسلماں کی ہر داستاں ہے نرالی
نرالی مگر رنگ و روغن سے خالی
حقائق مگر سننے والا کہے گا
فسانے ہیں پا در ہوا اور خیالی

یتیم اور نادار تھا ایک لڑکا
زمانے میں کوئی نہ تھا جس کا والی
ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر
وہ بے کس کہ تھا پیکرِ زار نالی
"مرے باغ پر ہے فلاں شخص قابض
مرے حق کی ہے صاف یہ پائمالی
خدا کے لیے آپ انصاف کیجے
کہ ہیں آپ ہی ہم یتیموں کے والی"
فریقِ مخالف تھا یا حق بجانب
گواہوں نے یا واقعیت چھپا لی
کیا مسترد آپؐ نے اس کا دعویٰ
شہادت پہ موقوف تھی رائے عالی

سنا فیصلہ جب رسولِؐ خدا کا
تو لڑکے نے اک آہ دل سے نکالی
رواں ہو گئے اس کی آنکھوں سے دریا
طبیعت نہ جاتی تھی اس سے سنبھالی
اِدھر آبدیدہ تھے خود مصطفیٰؐ بھی
ترحّم بھی تھا جزوِ شانِ جمالی
بہت رقّت انگیز تھی خود یتیمی
پھر اس پر اضافہ ہوئی خرد سالی
کہا آپ نے "اے فلاں! گو کہ تو نے
گواہوں کی تائید سے فتح پا لی
اگر باغ لڑکے کو تو خود ہی دے دے
نہ جائے گا تیرا یہ ایثار خالی
تجھے اک چمن آخرت میں ملے گا
سنہری ہے اس باغ کی ڈالی ڈالی
فدا اس کے برگ و ثمر پر زمرد
نثار اس کے گلہائے تر پر لاآلی
نہیں اس کو کچھ خوف دورِ خزاں کا
نہیں اس کو اندیشۂ خشک سالی
چھڑکتی ہیں آبِ حیات اس پہ حوریں
فرشتے ہیں، اس باغِ طیب کے مالی"
یہ ارشاد سن کر نہ پگھلا ذرا وہ
گوارا نہ تھا اس کو نقصانِ مالی

وہاں اک صحابی بھی حاضر تھے جن کو
محبت تھی پیارے نبیؐ سے مثالی
یہ نظارہ دیکھا نہ جاتا تھا ان سے
کہ رنجیدہ خاطر تھا محبوبؐ عالی
رضا جوئے مولاؐ تھے اور اس کی صورت
خود ایثار سے کام لے کر نکالی
"مرا باغ لے لے' اسے باغ دے دے"
یہ اس سے کہا اور بگڑی بنا لی
وہ لڑکا ہوا باغ باغ اپنے دل میں
کسیؐ کے کرم سے مراد اپنی پا لی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۴)

پرستارانِ ربِّ کعبہ کی حق پرستی

مسلماں کا سر اور درِ این و آں پر؟
وہ جھکتا ہے اللہ کے آستاں پر
وہ کردار و گفتار دونوں کا غازی
صداقت ہے دل میں، صداقت زباں پر
جو ہو آخرت کے عوض اس کو حاصل
وہ کرتا نہیں تف بھی اس عزّ و شاں پر
اگر یہ ضروری ہو راہِ خدا میں
وہ مردِ خدا کھیل سکتا ہے جاں پر

کروں تذکرہ کس طرح کربلاؔ کا
قلم کانپ جاتا ہے اس داستاں پر
فلک بھی نہ رکھتا روا وہ مظالم
شہنشاہِ کونینؐ کے خانداں پر

مگر سربلندی نے آواز دی تھی
کہ شبیر کا سر رہے گا سناں پر
دمشق اور کوفہ کے وہ دو ستارے
جو روشن ہوئے علم کے آسماں پر

پسند آئی دونوںؒ کو محبس کی ظلمت
کہ ترجیح دی نورِ ایماں کو جاں پر
کوئی وقت تھا وہ بھی بن تیمیہؒ کا
اثر ان کا تھا وقت کے حکمراں پر
مگر آہ اے راستی و دلیری!
گراں کس قدر تم ہو اہلِ جہاں پر
دم واپسیں تک درِ ہر فراغت
رہا بند قرآں کے اس ترجماں پر
برستے تھے نعمانؒ پر تازیانے
عتاب خلافت تھا اک ناتواں پر
وہ جکڑے گئے طوق و زنجیر سے بھی
یہ زیور تھے گویا تنِ خونچکاں پر

گوارا نہ تھا آپ کو ننگِ خدمت
سزا ٹل بھی سکتی تھی گو ایک "ہاں" پر

نہیں خوفِ آتش براہیمیوں کو
ہنستے ہیں نمرود کے امتحاں پر
نظر ان کی ہے ان شراروں کے پیچھے
بہاروں کے پوشیدہ اک کارواں پر
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۴)

فرمانروایانِ اسلام کی عدیم النظیر عمارتیں

فضاؤں میں اب تک جو لہرا رہا ہے
علم وہ غریبوں کا گاڑا ہوا ہے
ہوئے بحر و بر جس کی موجوں سے روشن
وہ سرچشمۂ نورِ غارِ حرا ہے
جسے نُہ فلک آج کرتے ہیں سجدہ
یہی وہ شبستانِ شمعِ ہدیٰ ہے
یہاں خارج از بحث ہیں کاخ و ایواں
کہ ان کی فریبِ نظر پر بنا ہے
بنے جس کے در کے گدا مسند آرا
عزیز اس شہنشاہ کو بوریا ہے
مگر آہ اے میریُ بے فقیری
ترے دام سے کون ہے جو بچا ہے
اسیرِ طلسمِ تجملؔ بالآخر
مسلمانِ آزادہ رو بھی ہوا ہے
ادب اے قلم! بڑھ نہ حد ادب سے
یہ شاہانِ اسلام کا تذکرا ہے
اگر اس سے مقصود ہو سطوتِ دیں
تو شرعاً تجمل بھی امرِ روا ہے

جلالِ سلف یاد آتا ہے اس کو
کھنڈر بھی اگر کوئی اب دیکھتا ہے
دمشق اور بغداد کو رو چکے ہم
یہی حالِ غرناطہ و قرطبہ ہے
یہاں کل تک انگریز تھا، آج ہندو
نہ اپنی دلّی، نہ وہ آگرا ہے
مگر یادگاریں ہیں باقی ہماری
اگر ان کی قسمت میں چندے بقا ہے
ازاں جملہ اک تاج ہے جو بصد شاں
بنا ہائے عالم کے سر پر کھڑا ہے
ہزاروں محل اور بھی تھے ہمارے
اٹھا کر انہیں آسماں لے گیا ہے
وہ فردوس منظر قصور و مساجد
تواریخ میں جن کا نقشہ کھنچا ہے
جنہیں دیکھ کر ایک دنیا نے مانا
کہ یہ دست کاری نہیں معجزا ہے
کہاں آج یورپ میں حمرا و زہرا
دکھا دے کوئی تاج اگر دوسرا ہے
مسلماں کو ہر بات میں ہے تفوق
کسی بات میں کب وہ پیچھے رہا ہے
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۵)

اسلام کا مستقبل

ہمیں آسماں آزماتا رہے گا
ستاتا رہا ہے' ستاتا رہے گا
مسلماں کہ ڈرتا نہیں امتحاں سے
بصد شوق میداں میں آتا رہے گا
اسے حق نے بخشا ہے بازوئے حیدرؓ
حریفوں کو نیچا دکھاتا رہے گا
وہ تنہا ہے بارِ امانت کا حامل
پہاڑ اپنے سر پر اٹھاتا رہے گا
وہ تیروں کی بارش میں تیغوں کی زد میں
نمازیں پڑھے گا' پڑھاتا رہے گا
وہ تاریخِ اسلاف کے ہر ورق کو
سرِ منظرِ عام لاتا رہے گا
ابھی نامکمل ہے تطہیرِ عالم
جہاں اس کے خوں میں نہاتا رہے گا
وہ ہر کربلا میں گیا آپ چل کر
وہ ہر کربلا کو بلاتا رہے گا
مگر دینِ قیم کو کرب و بلا سے
خدائے محمدؐ بچاتا رہے گا

سراپردۂ غیب سے ہر مہم میں
کوئی مرد جاں باز آتا رہے گا
جو تاتاریوں کو حرم کا محافظ
بناتا رہا ہے، بناتا رہے گا
کوئی کیا بجھائے گا پھونکوں سے اس کو
چراغ خدا جگمگاتا رہے گا
اذانوں سے خالی نہ ہوں گی فضائیں
سپہر کہن تھرتھراتا رہے گا
بقا طارمِ نیل گوں کو ہے جب تک
ہلال اپنا پرچم اڑاتا رہے گا
صلیب اپنی قوت پہ اترا رہی ہے
غرور اس کا دو دن میں جاتا رہے گا
اگر سومنات آج پھر جی اٹھا ہے
تو غزنی سے محمود آتا رہے گا
نمودار ہوتے رہیں گے وہ جلوے
کہ ہر ذرہ تا حشر گاتا رہے گا
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

(۲۶)

مجاہدین مشرق کا جنگی ترانہ

(۱)

"اندھیرے میں ڈوبی ہوئی سرزمیں سے
بلاوے ہمیں دمبدم آ رہے ہیں
تجھے اے زمانے کی ناپاک دنیا!
دکھانے کو راہ عدم آ رہے ہیں
حذر اے کلیسا کے عشرت پرستو
کہ جاں دادگانِ حرم آ رہے ہیں
حذر اے فرنگی! کہ افریشیا میں
الٹ کر بساطِ امم آ رہے ہیں
ملی خاک میں روم کی سالمیت
مٹا کر غرور عجم آ رہے ہیں
حذر اے ملوکِ سیہ مستِ مغرب!
تمہاری قضا بن کے ہم آ رہے ہیں
قضا کو بھی جو چھوڑ دیتے ہیں پیچھے
بڑھاتے ہوئے وہ قدم آ رہے ہیں
فضائیں جسے دے رہی ہیں سلامی
اڑاتے ہوئے وہ علم آ رہے ہیں

گراتی ہے جو بجلیاں بحر و بر پر
اٹھا کر وہ تیغ دو دم آ رہے ہیں
اڑیں گے پرستار باطل کے پرزے
کہ ہم لے کے حق کی قسم آ رہے ہیں"

(۲)

یہ نظارہ اقوامِ عالم نے دیکھا
کہ صحرا نشیں آج کشور کشا ہے
سلیماںؑ ہے اے شہسوار عرب! تو
ترا توسنِ باد پا معجزا ہے
لگا دی ملائک نے کیا ایڑ اس کو
کبھی پاؤں سطحِ زمیں پر رکھا ہے؟
ہوا اپنی تاریخ دہرا رہی ہے
فضاؤں میں تخت رواں اڑ رہا ہے
سلیماںؑ ہے تو اور پری تیرا مرکب
کہ وہ قاف سے قاف تک دوڑتا ہے
تری تیغ سے زلزلے کانپتے ہیں
اقالیم میں شور محشر بپا ہے
سلاطیں نے ایواں دیئے کرکے خالی
مگر روز و شب تیرا مسکن نیا ہے

نہ دریا کے دامن میں لیٹا ہے دم بھر
نہ صحرا کے دامن میں تو سو سکا ہے
ابھی موجِ دجلہ سے تو کھیلتا تھا
ابھی دوشِ جبرالٹر پر کھڑا ہے
پری نیز کی چوٹیوں نے صدا دی
اگر ارضِ مشرق میں دم بھر رکا ہے
مگر اے مجاہد! ترا ساز و ساماں
فتوحات سے بڑھ کے حیرت فزا ہے
ترا حصہ مالِ غنیمت میں شاید
یہ نمدہ کا کرتا ہے یا بوریا ہے
نہ سر پر ترے کوئی تاج مرصع
نہ ہاتھوں میں تیرے جڑاؤ عصا ہے
نہ ملبوس زرتار کا ذوق تجھ کو
نہ شوقِ نمودِ کلاہ و قبا ہے
نہ خیمہ سنہری روپہری ہے تیرا
نہ قالیں سرِ فرش کوئی بچھا ہے
ترے سامنے ہے حریفِ مبارز
جو اسپین کا آج فرماں روا ہے
ذرا دیکھ تو اس کے تختِ رواں کو
جواہر نگار اس کا ہر حاشیا ہے
ذرا دیکھ تو اس کے چترِ شہی کو
جواہر کی سمٹی ہوئی اک گھٹا ہے

جواہر کے سایہ میں تیغ آزمائی
یہ سایہ مگر اس کو ظلِّ ہما ہے
ذرا دیکھ سالارِ افواج کو بھی
جواہر میں سر تا قدم جو چھپا ہے
نظر ڈال پھر اس کے ہر تیغ زن پر
جو میداں میں طاؤس بن کر کھڑا ہے
مرصع ہے تلوار تک لشکری کی
جواہر کا طوفان اُمڈا ہوا ہے
خدا جانے مغرب میں کیونکر اٹھا کے
یمن اور بدخشاں کو لایا گیا ہے
مگر اے زباں رک کہ پیغام کوئی
سراپردۂ غیب سے گونجتا ہے
"ابھی دیکھ لو گے یہ سارا خزانہ
تمہارے مجاہد کو بخشا گیا ہے
مگر خود نمائی پہ راضی نہ ہو گا
مسلماں کہ آئینۂ حق نما ہے!"

شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں

نذرِ گوہریں

تم کو شبِ الست کا بدرالدجیٰ کہوں
یا صبحِ کائنات کا شمس الضحیٰ کہوں
یا مہبطِ تجلّیٔ بے ابتدا کہوں
یا مصدرِ سعادتِ لا انتہا کہوں
یا ماہِ نیم ماہِ جہان صفا کہوں
یا مہرِ نیم روز سپہرِ ہدیٰ کہوں
یا آب و رنگِ پیکرِ صبح و مسا کہوں
یا رنگ و نورِ محفلِ ارض و سما کہوں
یا نقشِ لاجوابِ دبیرِ قضا کہوں
یا شاہکارِ موِ قلمِ کبریا کہوں
یا شہریارِ مملکتِ انبیاء کہوں
یا تاجدارِ سلطنتِ دوسرا کہوں
یا افتخارِ مسندِ مجد و علا کہوں
یا مظہرِ جلال و جمالِ خدا کہوں

تم کو بہارِ گل کدۂ اصطفا کہوں
یا زیب و زینتِ چمنِ اتّقا کہوں
یا کوثرِ مواہب و لطف و عطا کہوں
یا سلسبیلِ صافیٔ آبِ بقا کہوں

روشن ہوں جس سے دل، تمہاری ثنا کہوں
گو ناطقہ ہے سربگریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نامِ خدا کہوں
باطن کا وہ کمال کہ صلِّ علیٰ کہوں

تم کو حریمِ غیب کا پردہ کشا کہوں
یا عالمِ ظہور کا فرماں روا کہوں
مہمانِ عرش و گوشہ نشینِ حرا کہوں
دانائے کاملِ سبلِ ارتقا کہوں
ہر منزلِ رفیع کا جادہ نما کہوں
معمارِ قصرِ حکمت و فکرِ رسا کہوں
انوارِ علم و فضل کا خانہ خدا کہوں
سالارِ غازیانِ نبرد آزما کہوں

سردارِ ساجدینِ ملائک ادا کہوں
کملی میں ایک فاتحِ عالم کشا کہوں

مشرق کے متقی کو تمہاری ضیا کہوں
مغرب کے فلسفی کو تمہارا گدا کہوں
جس خاک سے حضورِ اٹھے' اس کو کیا کہوں
اس خاکِ سربلند کو ام القریٰ کہوں
یا سرزمینِ طاہرِ دارالصفا کہوں
یا جلوہ گاہِ خاصِ ابوالانبیا کہوں
پھر خوابگاہِ ناز کی کیوں کر ثنا کہوں
وہ خاکِ تابناک جسے کیمیا کہوں

یا ارضِ شرق و غرب کا دارالقضا کہوں
یا پردۂ ازل کی تجلی سرا کہوں

صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ

حواشی
اور
تعلیقات

فرہنگ

موضوع نمبرا

ا۔ پرستار۔ غلام یا کنیز
۲۔ ماسوا۔ جو کچھ ذات حق تعالیٰ کے سوا ہے۔ غیر اللہ۔ تمام مخلوقات و موجودات۔
۳۔ انا ربّ الاعلیٰ۔ میں رب اعلیٰ ہوں۔
۴۔ قرنہا قرن۔ صدیاں
۵۔ خدا آفریں۔ خدا کو (نعوذ باللہ) پیدا کرنے والا۔
۶۔ کلیسا۔ عیسائیوں کی پرستش گاہ۔
۷۔ جنود۔ لشکرہا (جند کی جمع)
۸۔ تثلیث۔ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔
۹۔ کثرت۔ جھوٹے اور فرضی خداؤں کی کثرت۔ بت پرستوں کے دیوتا یا خدا کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔
۱۰۔ وحدت۔ یہ ایمان کہ خدا ایک ہے۔

موضوع نمبر۲

عجم۔ عرب کے سوا ہر ملک خصوصاً" ایران و توران۔ عجم کے معنی ہیں گنگ و کند زبان۔
۲۔ مرتسم۔ منقوش۔
۳۔ ارض حرم۔ کعبہ کی زمین۔ مکہ معظمہ۔
۴۔ اب و عم۔ باپ اور چچا۔
۵۔ مولد۔ ولادت گاہ۔
۶۔ امم۔ امتیں۔ ملتیں
۷۔ جمیل الشیم۔ صاحب عادات جمیلہ۔ شیم (شیمہ کی جمع . بمعنی عادات)
۸۔ دار القضا۔ عدالت گاہ = عدالت عالیہ
۹۔ پرویز و جم۔ خسرو پرویز۔ ایران کا ایک شہنشاہ۔ جم۔ جمشید (شاہ ایران) کا مخفف۔
۱۰۔ فاروق۔ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم

۱۱- خالد - سیف اللہ - حضرت خالدؓ بن ولید

موضوع نمبر ۳

۱- نصر من اللہ - خدا کی طرف سے فتح و نصرت۔

۲- جنود ملائک - فرشتوں کے لشکر

۳- پری نیز و اطلس - اطلس و پرنیاں - اول الذکر دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ پرنیاں و اطلس دو ریشمی کپڑے - پرنیاں منقش حریر (ریشم چینی) اطلس - ریشمی کپڑا - جو اکثر منقش نہیں ہوتا۔ فلک نہم کو بھی اطلس کہتے ہیں کہ وہاں ستارے نہیں ہوتے۔ گویا اطلس پہاڑ کا نام بھی ہے۔ ریشم کے ایک قسم کے کپڑے کا نام بھی اور آسمان نہم کا نام بھی۔

پرنیاں اور اطلس کی رعایت سے پری نیز اور اطلس [illegible] کا ذکر کیا گیا ہے کہ غازیان اسلام کی خفیف ٹھوکر سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تھے اور ان پر رائی بھی ہنستی تھی۔ گویا وہ پرنیاں اور اطلس کے پردے تھے ' پہاڑ نہ تھے۔

مسلمانوں نے پری نیز کے دروں کو عبور کیا تھا اور فرانس کے دارالخلافہ پیرس کی سمت بڑھے تھے۔

۴- مدائن - عراق عرب میں ایک شہر جو نوشیرواں کا تخت گاہ تھا۔ مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا۔

۵ - قرطبہ - سپین و اندلس کا دارالخلافہ - اسلامی عہد حکومت میں قرطبہ دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور بارونق شہر تھا۔

۶- طنجہ - شمالی افریقہ کا ایک شہر۔

۷- کاشغر - توران کا ایک شہر - مابین توران و ترکستان و چین۔

۸- بربر - ایک ملک ' حبشہ کی طرف جہاں لوگ سبزہ رنگ ہیں (افریقہ کے شمالی حصہ میں)

۹- ترکمان - ترکوں کی ایک قوم۔

موضوع نمبر ۴

۱- فروغ - رونق - روشنی

۲- گریزاں تھا - بھاگ گیا تھا - متنفر تھا۔

۳- بیت الحزن - غم خانہ - رنج و ملال کا گھر۔

۴- ظلمت کدہ - سیاہ خانہ۔

۵- پیغام قم- "قم" (اٹھ کھڑا ہو) کہہ کر حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔
۶- بزن- مار اور قتل کر۔ "بزن" کہہ کر نادر شاہ نے دلی میں قتل عام کا حکم دیا تھا۔
۷- رب زدنی علما- یارب میرے علم کو ترقی دے۔
۸- اندھیرا وطن- یورپ کے تمام ملک اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسلامی حکومت اندلس میں علم و فن کی روشنی تھی۔ قرطبہ کے دار العلوم میں آ آ کر یورپ کے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ لے بان ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے : "اہل عرب نے سپین میں دار العلوم قائم کیے جو مدتوں یورپ میں علم کا نور پھیلاتے رہے۔" یورپ کے اندھیرے میں یہ دار العلوم آب حیات تھے۔ چشمہ آب حیات کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تاریکی میں ہے۔
۹- علوم ادق، مشکل علوم ریاضی، ہیئت، فلسفہ، طب، کیمسٹری وغیرہ۔

موضوع نمبر ۵

۱- سلرنو- نیپلز کے قریب سلرنو کے شہر میں اہل عرب نے یورپ کا یہ پہلا طبی مدرسہ آٹھویں صدی میں قائم کیا۔ اس مدرسہ نے مورخ گبن کے الفاظ میں "اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں کو زندہ کیا۔"
۲- بغداد- خلفائے بنی عباس کا دار الخلافہ تھا۔ ان خلیفوں کا دور رصد گاہوں ایجادوں اور ترجموں کے لیے مشہور ہے۔ اس زمانہ میں فلسفہ، نجوم، ہندسہ، فلکیات، طب، طبیعات وغیرہ علوم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔
۳- قرطبہ- اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔
۴- سسلی (سقلیہ) بارھویں صدی تک اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ رابرٹ برنالٹ اپنی کتاب "ارتقائے انسانی" میں لکھتا ہے "مسلمانوں کے عہد حکومت کے بعد یہاں عیسائی حکمران ایک عرصہ تک اسلامی طور و طریق اختیار کیے رہے۔ تمدن اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈرک دوم کے زمانہ میں پڑا۔ اس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا اور پھر اس کو پھیلانے کی انتھک کوشش کی۔"
۵- کیا زندہ یونان کے فلسفہ کو- کتاب "نوع انسان کی کہانی" مصنفہ وان ہنڈرک لون میں لکھا ہے : "ارسطو کی تصانیف بہت چکر کاٹ کر یورپ پہنچیں۔ پہلے یونان سے سکندریہ گئیں۔ پھر جب مسلمانوں نے ساتویں صدی میں مصر کو فتح کر لیا تو وہاں سے مسلم افواج کے ساتھ ہسپانیہ پہنچیں، جہاں ارسطو کا فلسفہ قرطبہ کی یونیورسٹی میں شامل ہوا۔ پھر جب عیسائی طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی

غرض سے ہسپانیہ پہنچے تو انہوں نے عربی نسخہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا۔ ہوتے ہوتے یہ مشہور کتابیں شمال مغربی یورپ کی درسگاہوں میں پڑھائی جانے لگیں۔"

۶ - ابو نصر فارابی - اسلام کا بے نظیر فلسفی مانا گیا ہے۔ ارسطو کو معلم اول کہتے ہیں اور ابو نصر کو معلم ثانی۔ اس نے تقریباً" ساٹھ کتابیں لکھیں۔ اہل یونان اور اہل عرب کے تمام علوم میں اس نے کتابیں تحریر کیں۔ ماور النہر کے ایک شہر فاراب کا باشندہ تھا۔ یہ نامور حکیم باغبان تھا اور راتوں کو پاسبانوں کی روشنی میں کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ دمشق میں ۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

۷ - ابن سینا - آج کل یورپ کی جس طب کا چرچا ہے اس کا بانی ابن سینا تھا۔ انگلستان کا مشہور مستشرق پروفیسر براؤن اپنی کتاب "تاریخ ادبیات ایران" میں ابن سینا کو "یورپ کا استاد جلیل" (The Great Teacher of Europe) لکھتا ہے۔ اس کی تصانیف مختلف علوم میں چالیس ہیں۔ ۱۰۳۷ء میں فوت ہوا۔

۸ - ابن رشد (۱۱۲۶ - ۱۱۹۸ء) علامہ شبلی لکھتے ہیں :

"پروفیسر رینان نے ۴۰۰ صفحوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ جرمنی اور فرانس میں کئی سو برس تک خاص ابن رشد کا فلسفہ جاری رہا اور وہاں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے، جو اپنے تئیں بجائے ارسطو اور افلاطون کے ابن رشد کی طرف منسوب کرتے تھے۔"

یہ شخص اندلس کے دار الخلافہ قرطبہ کی خاک سے اٹھا اور علم و دانش کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکا۔

۹ - امام غزالی - محمد نام - حجتہ الاسلام لقب - غزالی عرف - خراسان کے اضلاع میں ایک ضلع کا نام طوس ہے۔ اس میں ایک شہر کا نام طاہران ہے۔ اس میں امام صاحب ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علم و فضل میں وہ نام پیدا کیا کہ دنیا بھر کے مسلمان آج تک ناز کرتے ہیں۔ ایک بہت بڑے عالم السیوطی کہتے ہیں۔ "اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو الغزالی ہی وہ نبی ہوتے۔"

۱۰ - ابن یونس اور البتانی - ڈاکٹر ڈریپر (۱۸۱۱ - ۱۸۸۲ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" میں لکھتا ہے :

"یورپ میں اول اول جو رصد گاہ قائم ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی تھی۔ اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق ان کی باریک بینی و دقیقہ سنجی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانہ حال کے قابل سے قابل مہندسوں نے ان کے رصدی نتائج سے استناد کیا ہے۔ مثلاً" لیپلس اپنی کتاب "نظام

عالم" میں البتانی کے مشاہدات کی سند اس امر کے قطعی ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے کہ مرکز آفتاب اور مرکز مدار ارض کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح مسئلہ اعوجاج طریق الشمس اور مشتری اور زحل کے عدم مساوات ہائے اکبر کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے ابن یونس کے مترتبہ نتائج سے مدد لیتا ہے۔"

ابن یونس ۱۰۰۹ء میں مرگیا۔ پنڈلم (رقاص) کا موجد تھا۔

البتانی حران کا رہنے والا تھا۔ ۳۱۷ھ مطابق ۹۲۹ء میں مرگیا۔ اس نے ستاروں کے نقشے اور زیج بنائے جن سے یورپ میں علم ہیئت کی ترویج ہوئی۔ علم ریاضی کی تاریخ میں سائن اور کو سائن کو داخل کرنے کا سہرا اسی کے سر ہے۔

موضوع نمبر ۷

۱۔ حصن حصین۔ مضبوط قلعہ۔
۲۔ دیہیم۔ تاج۔
۳۔ الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے۔

موضوع نمبر ۸

۱۔ تعبد۔ غلامی
۲۔ مملوک۔ غلام اور کنیز۔
۳۔ حبش کا غلام۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔
۴۔ مزدور خدا کا پیارا۔ الکاسب حبیب اللہ" (ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

موضوع نمبر ۹

۱۔ لآلی۔ موتی (لولو کی جمع)
۲۔ بساط کہن۔ پرانا فرش۔
۳۔ آمنو۔ آمنو باللہ (خدا پر ایمان لاؤ)
۴۔ ہو الحق۔ وہ خدائے برحق ہے۔
۵۔ قاتلوا—— قاتلو فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے مت بڑھو) البقرہ۔ ۱۹۰

۶-احسنوا---"احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (نیکی کرو' یقیناً" اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)- البقرہ-۱۹۵

۷-وار کعوا---"وار کعوا مع الراکعین" (رکوع کرنے والوں کے ساتھ جھکو) البقرہ-۴۳

۸-اوانی و اعالی- ادنیٰ لوگ اور بلند مرتبہ لوگ-

۹-وذکروا---واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے' اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے- پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے) آل عمران -۱۰۳

۱۰-ان الارض---ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے) الانبیاء-۱۰۵

۱۱-انظروا--"قل انظروا ماذا فی السموات والارض" آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں-

قل سیروا فی الارض فانظرو کیف بدا الخلق (کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا کس طرح خلق کی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے) العنکبوت-۲۰

۱۲-الٰہی و طبیعی- حکمت کی تین قسمیں شمار کی جاتی ہیں- ریاضی- طبیعی- الٰہی- طبعی یا طبیعیات وہ علم ہے جس میں مادہ کی ظاہری حالت' قوت اور عمل پر بحث کی جاتی ہے- الٰہی یا الٰہیات میں مادہ سے سروکار نہیں ہوتا بلکہ غیرمادی قوتوں پر بحث کی جاتی ہے- مثلاً" خداوند تعالیٰ کی معرفت وغیرہ-

۱۳-بیکن--- فرانسس بیکن -۲۲- جنوری ۱۵۶۱ء - ۹ اپریل ۱۶۲۶ء)- ایک انگریز جس نے ۱۶۲۰ء میں ایک کتاب نووم آرگینم (Novum Organum) شائع کی جس کی بنا پر اس کو ابوالعلوم یعنی

"Father of Sciences" کہا جاتا ہے- خود یہ شخص کسی ایک سائنس کا موجد نہیں ہوا لیکن اہل مغرب سمجھتے ہیں کہ اس نے تمام علوم کی راہیں کھول دی ہیں- ان کے قول کے مطابق اس نے ارسطو کے فلسفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس بات پر زور دیا کہ تجربہ اور مشاہدہ پر علم کی بنیاد رکھی جائے نہ کہ تنہا دلائل پر- ڈاکٹر گیسٹو لے بان اپنی کتاب "تمدن عرب" میں لکھتا ہے:

"سب سے پہلے یہ ماننا پڑتا ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ کے جس تصور پر نئے علوم کی بنیاد رکھی گئی ہے اس کے لیے ہم اہل عرب کے شکر گزار ہیں نہ کہ بیکن کے جس سے عموماً" اس کو منسوب کیا جاتا

ہے۔"

قرآن مجید میں تجربہ، مشاہدہ، تفکر و تدبر کی تعلیم بار بار دی گئی ہے۔

موضوع نمبر۱۰

جبریل سیما۔ سیما مجازاً "پیشانی۔

موضوع نمبر۱۱

۱ ۔ ہفت پرکار۔ مرکز کی مناسبت سے ہفت کشور کو ہفت پرکار کہا گیا ہے۔
۲ ۔ مواخات اقوام۔ اقوام میں برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے۔
۳ ۔ امصار۔ مصر (شہر) کی جمع۔

موضوع نمبر۱۲

جاء الاعمیٰ (القرآن۔ سورہ عبس) ایک دن مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تبلیغ فرما رہے تھے۔ قریش کے بڑے بڑے روسا موجود تھے۔ ایک نابینا مسلمان عبداللہ بن ام مکتوم بھی آکر بیٹھ گئے اور کچھ پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم توجہ نہ فرما سکے۔ وحی الٰہی نے تنبیہہ کی جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ (تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا کہ وہ اندھا آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس معذور صحابی کی عزت افزائی کی کہ ان کا ذکر وحی الٰہی میں اترا۔
۲ ۔ در ہر ضیعفہ ۔ بردر ہر پیر زن رفتے رسولؐ کن دعائے تاشود احمد قبول --- ہر ضیعفہ کے دروازے پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جا کر کہتے تھے کہ دعا کر خدا مجھے شرف قبول عطا فرمائے۔
۳ ۔ محنت کے سر پر اک اور آسماں۔ آسماں کو ظالم کہا جاتا ہے۔ مزدور کے سر پر سرمایہ داری کا دوسرا آسماں بھی موجود ہے۔

موضوع نمبر۱۳

۱ ۔ عمر گھر سے تلوار لے کر نکلے تھے۔ ان کے خاندان میں ایک کنیز نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عمر کو غصہ آیا۔ تلوار کمر سے لگائے سیدھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف چلے۔ راہ میں ایک شخص مل گئے۔ انہوں نے کہا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ بہن کے ہاں پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھی۔ بہنوئی سے دست و گریباں ہو گئے۔ بہن کو بھی زخمی کیا۔

ان کی زبان سے نکلا کہ عمر جو بن آئے' کرو۔ اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے بدن سے خون جاری تھا۔ عمر پشیمان ہوئے اور کہا کہ تم لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ انہوں نے قرآن کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے۔ دیکھا تو یہ سورت تھی : سبح للہ مافی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ (الحدید-۱)

ایک ایک لفظ پر دل مرعوب ہوا اور جب اس آیت پر پہنچے امنوا باللہ و رسولہ بے اختیار کلمہ شہادت پڑھا اور آستانہ اقدس پر پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

۲ - حضرت خالدؓ بن ولید۔ ان کی شجاعت اور سرفروشی کے کارناموں سے تاریخ اسلام کے اوراق جگمگاتے ہیں۔ حضور اقدس و اعلیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ جنگ احد میں مسلمانوں سے لڑے تھے۔

۳ - وحشی۔ غزوہ احد میں اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کیا۔ حضرت امیر حمزہ کا مثلہ کیا گیا یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ وحشی بعد میں مسلمان ہو گیا۔

۴ - عروہ۔ صلح حدیبیہ ۶ ہجری میں ہوئی تھی۔ قریش کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود قریش کی جانب سے آیا تھا۔ قریش کا یہ سفیر چند سال کے بعد مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر بن کر گیا۔

۵ - طائف کا سردار۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوہ طائف پر تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو عبد یالیل ثقفی نے لڑکوں' غلاموں اور اوباشوں کو حضورؐ پر پتھر کیچڑ پھینکنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد (مع پنج سرداران دیگر) مدینہ میں حاضر ہوتا' ایمان لاتا اور اپنی قوم میں مبلغ بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو جاتا ہے۔

موضوع نمبر ۱۴

۱ - لیکچرز آن ہیروز کا مصنف کارلائل (۱۷۹۵-۱۸۸۱ء) کہتا ہے :

''اسلام کا آنا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب اول اول اس کے ذریعے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی ہے' عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو ان کا کوئی خیال بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایک ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے' بھیجا گیا۔

اب خدا کی قدرت دیکھو جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا' وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی۔ اور چھوٹی چیز نہایت بڑی بن گئی۔ ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں چھپا ہوا ریگستان تھا مگر خدا کی قدرت! اس نے زور شور سے اڑ جانے والے بارود کی طرح نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعے دنیا کو روشن کر دیا

۲۔ آر نلڈ۔ پروفیسر سر ٹامس واکر (۱۸۴۶ - ۱۹۳۰ء) اس انگریز نے سیکڑوں صفحوں کی ایک نہایت قابل احترام کتاب لکھی ہے' جس کا نام "The Preaching of Islam" ہے۔ مسیحی پادری شدومد سے کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ سر ٹامس آر نلڈ نے حقائق و شواہد کا انبار لگا کر ثابت کیا ہے کہ یہ الزام قطعاً" غلط ہے اور سفید جھوٹ۔ فاضل مصنف نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ اسلام فقط اپنی خوبیوں اور محبوبیوں سے دنیا کے طول و عرض میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ آر نلڈ کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں :

"داعیان اسلام جب بنگالہ میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آریہ سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے' مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لیے آکاش سے اترا تھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب لوگ ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔"

سر ٹامس آر نلڈ افریقہ میں اسلام کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"حبشی کے رنگ اور اس کی نسل نے کبھی اس کو اس کے نئے ہم مذہبوں (مسلمانوں) کی نگاہ میں حقیر نہیں ٹھہرایا۔ حبشیوں کی طرف نفرت و کراہت کے ان جذبات کے نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کو حبشستان میں بلاشبہ ترقی حاصل ہوئی۔ در حقیقت معلوم یہی ہوتا ہے کہ اسلام کبھی حبشی کو کمتر نہیں سمجھا۔ لیکن دنیائے مسیحیت میں بد قسمتی سے بالعموم اس کو حقیر سمجھا گیا۔ افریقہ میں ایک عیسائی مبلغ نے ایک حبشی عورت سے شادی کر لی۔ اس کے خلاف غیظ و غضب کا ایسا طوفان برپا ہوا کہ اس کو نو آبادی چھوڑنی پڑی۔ مسلمان مبلغ کو اس قسم کی صعوبتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا"

ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ آر نلڈ صاحب لکھتے ہیں :

"اس زمانہ کے مسیحی معاشرہ میں بہت سی کراہت آفریں خرابیاں موجود تھیں۔ لیکن ترکوں کی سیرت اور زندگی میں بہت دل کشی تھی۔ کلیسائے مسیحی کے قائدین اور معلمین کے مقابلہ میں ابتدائی آل

عثمان کی برتری و فضیلت ان پرہیزگار قلوب پر قدرتی طور پر اثر انداز ہوتی ہے جو یونانی کلیسائیوں کے حرص و آز اور بداطواری و بداخلاقی سے بیزار تھے۔ مسیحی مصنف ان ترکوں کی حرارت دینی، جوش مذہبی، احکام دین کی بجا آوری کے ذوق و شوق، ان کے لباس اور طرز زندگی کی پاکیزگی و شائستگی اور اس انداز بود و ماند کے لیے جو تصنع اور نمود و نمائش سے خالی تھا اور جو بڑے سے بڑے اور مقتدر سے مقتدر ترک کا بھی شیوہ تھا، پیہم و مسلسل تعریفیں کرتے ہیں۔ شہنشاہ لیوپولڈ اول کی سفارت دولت عثمانیہ کا وقائع نگار خصوصیت کے ساتھ ترکوں کی پرہیزگاری اور پابندی نماز کی مدح و ستائش کرتا ہے۔"

۳ ۔ مشہور مورخ ایڈورڈ گبن (۱۷۳۷ء۔ ۱۷۹۴ء) اپنی کتاب "زوال سلطنت روما" (Decline and fall of Roman Empire) میں لکھتا ہے :

"رومی سلطنت بڑی طاقتور اور زبردست تھی۔ اپنی عظیم فتوحات کے زمانہ میں اسے بھی کبھی یہ ہمت اور حوصلہ نہیں ہوا کہ ایک دشمن سے لڑائی ختم کیے بغیر دوسرے سے آمادہ جنگ ہو۔ مگر خلیفہ اول نے محض ایمانی قوت کے زور پر روم و ایران دونوں زبردست سلطنتوں سے ایک ہی وقت میں نسبتاً نہایت قلیل فوج اور کم سامان حرب کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ یہ بات حکمت عملی، سیاسی دور اندیشی اور جنگی بصیرت کے بالکل خلاف تھی مگر خلیفہ اول کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول پر کامل ایمان تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے مومنین کے ہاتھ آئیں گے۔ اور کسریٰ کا ملک اور جاہ و جلال پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید نے ادھر تو عراق فتح کر کے مدائن کے محلات کسریٰ میں زلزلہ ڈال دیا اور ادھر شام و دمشق فتح کر کے شاہ روم کا تخت ہلا دیا۔"

اسی مورخ نے ایک تصویر میں دکھایا ہے کہ ایک مسجد میں تین عرب بیٹھے ہیں اور نیچے یہ الفاظ لکھے ہیں :

"عبرت کا مقام ہے کہ شہنشاہ ایران جیسی عظیم المرتبت شخصیت کی قسمت کا فیصلہ چند سفید ریش عرب ایک سادہ سی مسجد میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔"

گبن اہل عرب کی علمی ترقی کے متعلق لکھتا ہے :

"علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لحاظ سے اہل عرب کی ایجاد ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے تیزاب ایجاد کیا۔ نائٹرک ایسڈ، نائٹرو ہائیڈ و کلورک ایسڈ، پوٹاش ایمونیا، نائٹریٹ آف سلور وغیرہ کیمیائی مادے دریافت کیے۔ سلفیورک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزیں معلوم کیں۔ یورپ میں طب کی بنیاد ابن سینا، ابوالقاسم اور الرازی کے ترجموں پر رکھی گئی۔ علم کیمیا میں انہوں نے نئے نئے مرکبات

دریافت کیے چنانچہ آج تک کئی لفظ مثلاً" الکحل (Alcohol) الکیمیا (Alchemy) الاکسیر (Elixir) شربت (Syrup) وغیرہ ہمیں اس ترقی کی یاد دلاتے ہیں جو اہل عرب نے اس علم میں کی تھی۔"

۴ ۔ سکاٹ (اخبار الاندلس کا مصنف) لکھتا ہے

"اسی (شاہ فریڈرک دوم) نے مسلمانوں کے علم و فضل کو تمام یورپ میں پھیلا دیا۔ جو ممالک اس کے زیر نگین نہ تھے ان میں بھی تعلیمی تحریک پیدا ہو گئی۔ خوش عقیدہ لوگ اس کی آزاد خیالی سے بہت گھبراتے تھے --- عرب فلسفی اور عرب سیاست دان پر جتنا فریڈرک کو اعتبار تھا اور اس کے جتنے گہرے تعلقات ان لوگوں سے تھے اور کسی سے نہ تھے ---

مانٹ پلیئے اور سلرنو کے مدارس ایک دوسرے کے معاصر تھے --- انہیں کی بدولت وہ یورپ جس پر ظلمت چھائی ہوئی تھی' ابن رشد کے علم فلسفہ' ابن بیطار کے علم نباتات ابوالقاسم کے علم جراحی' ابن العوام کے علم خلافت اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے دوچار ہوا --- وہ اصول جو دربارا ۔ ہمنڈ اور فریڈرک کے فلسفیوں نے اختراع کیے وہی لالرڈ' ہیوگونات اور پیوری ٹن مذاہب کے بیخ و بنیاد قرار پائے۔

دینی اور دنیوی آزادی کی وہ برکات جن سے آج مہذب اور روشن خیال دنیا کے باشندے مستفیض ہو رہے ہیں' وہ عجیب و غریب کلیں جو انسانی محنت کو ہلکا' تکلیف کو کم رسل و رسائل میں آسانی' تجارت میں تشویق' مصنوعات میں ترقی بالجملہ نسل انسانی کی راحت کے تمام سامان مہیا کرتی ہیں' بالواسطہ نتیجہ ہیں ان فلسفیانہ تحقیقات اور سائنٹیفک ترقیوں کا جن کے محرک صقلیہ کے نارمن بادشاہ اور والیان پروونیس ہوئے۔

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اگر یہ بادشاہ باشندگان عرب کی قابلیت اور تہذیب کو نہ دیکھتے تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ باتیں پیدا نہ ہوتیں۔ اس لحاظ سے یہ تمام برکات جو دنیا و مافیہا میں نظر آتی ہیں اہل عرب ہی کے طفیل میں ہیں۔ (اخبار الاندلس جلد ۳ صفحہ ۵۸'۵۹'۱۰۵ تا ۱۰۷)۔

۵ ۔ ڈریپر۔ اس نامور شخص کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ شہنشاہ دوجہاںؐ کے متعلق اس کے چند الفاظ ہزار ہا کتابوں پر بھاری ہیں۔ کہتا ہے۔

"تمام نوع انساں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی نے سب سے زیادہ نسل انسانی کو متاثر کیا ہے۔"

ہم ابن یونس اور البتانی کے حال میں ڈاکٹر ڈریپر کی چند سطور نقل کر چکے ہیں۔ ان سطور سے

پہلے وہ لکھتا ہے۔

"انہوں نے (مسلمانوں نے) سائنس کے بعض نہایت ہی اہم مسائل حل کیے۔ انہوں نے زمین کی جسمانیت دریافت کی۔ ان تمام ستاروں کی فہرستیں تیار کیں جو اس حصہ آسمان پر نظر آئے جو ان کے مقابل تھا اور بڑے بڑے ستاروں کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہیں ہوئے۔ انہوں نے سال کی صحیح مدت کا اندازہ لگایا۔ انعطاف ضیا کو بھی کے اصول کی تحقیق کی۔ پنڈلم (رقاص) والی گھڑی ایجاد کی۔ جن آلات سے ستاروں کی روشنی کا اندازہ کیا جاتا ہے' ان کو بہت کچھ ترقی دی۔ یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا میں بشکل قوس گزرتی ہے۔ چاند اور سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجرام قبل از طلوع اور بعد از غروب کیوں نظر آتے ہیں۔ کرہ ہوا کی بلندی کو ناپا اور یہ بلندی اٹھاون میل قرار دی۔ جھٹ پٹے کی اصل کیفیت اور ستاروں کے جھلملانے کی صحیح وجہ بیان کی۔"

۶ - کانٹ ہنری دی کاستی۔ مقالات شبلی (جلد اول) میں مرقوم ہے۔

"الاسلام" ایک کتاب کا نام ہے جو فرانس کے نامور فاضل کانٹ ہنری دی کاستری نے فرنچ زبان میں لکھی ہے اور جس کا ترجمہ احمد فتحی بک زاغلول (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۱۴ء) مصر کے ایک مصنف نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔ مصنف نے کتاب کا دیباچہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔

"ایک دن میں خوارن کے صوبہ میں' جو زر قوم اور بحیر کے بیچ میں واقع ہے' دشت نورد تھا۔ خاندان یعقوب کے تیس جوان گھوڑوں پر سوار میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے ------ سب کے آگے آگے ایک تند مزاج جوان' ایک قوی ہیکل نقرہ گھوڑے پر سوار تھا ------ یہ جوان نہایت نیچے سروں میں کچھ اشعار گاتا جاتا تھا ------ اس وقت میری عمر پچیس برس کی تھی ہم اسی حالت میں چلے جارہے تھے کہ ہمارا شاعر دفعتہ" چپ ہو گیا اور ذرا سخت آواز سے میری طرف مخاطب ہو کر بولا کہ جناب اب نماز عصر کا وقت آگیا۔ اس آواز کے ساتھ تمام سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اور صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں جماعت سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور دل میں کہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی تو میں سما جاتا۔ ان نوجوانوں کے شملے نماز کی مختلف حرکتوں سے کبھی پیچ کھاتے اور کبھی کھل جاتے تھے۔ وہ نہایت بلند آواز سے بار بار اللہ اکبر کہتے تھے اور یہ پر جلال آواز میرے دل پر وہ اثر کرتی تھی کہ موحدین اور متکلمین کی تحریروں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ میرے دل پر شرم اور انفعال کا وہ اثر تھا جس کو ادا کرنے کے لیے مجھ کو کوئی لفظ نہیں ملتا۔ یہ گروہ جو ابھی میرے سامنے گردن جھکا رہا تھا صاف محسوس کرنے

ا کہ نماز نے ان کو وفتہ "مجھ سے بہت زیادہ معزز اور بلند مرتبہ کر دیا ہے اور اگر اس وقت میں اپنے دل کے کہنے پر چلتا تو بے ساختہ چلا اٹھتا کہ میں بھی خدا کا معترف ہوں۔ مجھ کو بھی نماز کا ادا کرنا آتا ہے۔

حقیقت میں عجیب دل فریب سماں تھا۔ وہ اپنے معمولی لباس کے ساتھ کس باقاعدگی سے نماز ادا کر رہے تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے اس طرح چپ چاپ کھڑے تھے کہ گویا نماز کے ادب نے ان کو سرنگوں کر دیا ہے ـــ۔

اس وسیع میدان میں صرف ایک میں تھا جو تنگ فوجی لباس میں تھا جو انسان کو شکنجہ میں کس دیتا ہے۔ اور جس سے کسی قسم کی شان کا اظہار نہیں ہوتا۔ میری حالت سے بے دینی ٹپک رہی تھی۔ اس عبادت گزار گروہ کے آگے جو اپنے خدا کے آگے بار بار نہایت خشوع سے نماز کے فرائض اس دل سے بجالا رہا تھا جو سچائی اور ایمان سے لبریز تھا میں بالکل ایک جماد یا کتا معلوم ہوتا تھا ـــــ۔

غرض جب منزل ختم ہو گئی اور میں فرودگاہ پر واپس آیا تو جو خیالات میرے دل میں آئے تھے ان کو قلم بند کرنے لگا۔ اس وقت میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھ کو اسلام کی حلاوت اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ گویا میں نے اس سے پہلے کبھی کسی صحرا میں کسی قوم کو عبادت بجالاتے دیکھا ہی نہیں تھا۔ مجھ کو اس وقت عیسائیوں کے خیمے یاد آگئے جہاں صرف عورتوں کی پرستش کی جاتی ہے اور اس خیال سے مجھ کو یورپ کی بد دینی پر غصہ آگیا۔

۷ - برنارڈ شا (۱۸۵۶-۱۹۵۰ء) کہتا ہے :

"میں نہایت وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ بشریت اور انسانیت کا نجات دہندہ اگر کوئی دین ہو سکتا ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ تمام یورپ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یورپ میں اب اس چیز کی ابتدا ہو چکی ہے۔

موضوع نمبر ۱۶

۱ - حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ حبش کی خاک سے پیدا ہوئے۔ امیہ مکہ کے کفار میں ایک مال دار تاجر تھا۔ آپ اس کے غلام تھے۔ امیہ دوپہر کے وقت آپ کو بطحا میں لے جاتا۔ تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتا اور سینے پر ایک بھاری اور جلتا ہوا پتھر رکھ کر حکم دیتا کہ درے لگاؤ اور جب تک اسلام سے دست بردار نہ ہو جائے یہی سلوک کیے جاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ کا گزر اس طرف سے ہوا۔ دل بھر آیا۔ چند بکریاں معاوضہ دے کر آپ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

۲ - حضرت عمار ؓ اور حضرت یاسرؓ بھی حضرت بلالؓ کی طرح کافروں کے غلام تھے۔ ان کے مالک بھی ظالم نہیں وحشی تھے۔ دوپہر کی جلتی ریت پر ان کو لٹایا جاتا تھا۔ ننگے بدن پر کوڑے برسائے جاتے تھے۔ لوہے کو آگ میں سرخ کر کے بدن کو داغا جاتا تھا۔ دو اونٹوں کو ساتھ ساتھ کھڑا کر کے ان غریبوں کو ان پر سوار کیا جاتا تھا۔ ان کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں اونٹوں کو علیحدہ علیحدہ دوڑایا جاتا تھا۔ غریب حضرت یاسر اس عذاب سے شہید بھی ہو گئے۔

۳ - صحن جناں۔ بہشت کا صحن۔

موضوع نمبر ۱۷

۱ - خدا اعتمادی - خدا پر بھروسا رکھنا۔

۲ - خود اعتمادی - اپنی ہمت پر بھروسہ رکھنا۔

۳ - بطحا کا ہادیؐ۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ بطحا۔ مکہ معظمہ۔

۴ - قویٰ - قوت کی جمع۔

۵ - تماشا کرے کیا لب بام آکر۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
(اقبالؒ)

۶ - اندلس کا غازی۔ طارق نے سپین پر حملہ کرنے سے پہلے اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں کہ لشکر کے دل میں واپسی کا خیال بھی نہ آئے۔

۷ - ترک مجاہد۔ شہر قیصر (قسطنطنیہ) کو ایک ترک سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں فتح کیا تھا۔ عیسائیوں نے بندرگاہ کا راستہ دریا کی طرف سے بند کر دیا تھا۔ ترکوں نے باسفورس اور گولڈن ہارن کے درمیان سنگلاخ زمین پر پانچ میل تک لکڑی کے تختے بچھا دیئے اور جہازوں سے پہیے لگا کر ان کو چلا دیا۔ اس طرح ترکی عساکر گولڈن ہارن میں اتر گئے۔

۸ - فاتح مراکو۔ شمالی افریقہ کو ایک صحابی عقبہ بن نافع نے فتح کیا۔ وہ بحر اوقیانوس تک پہنچ کر رکا کہ سمندر حائل تھا۔ ساحل پر کھڑے ہو کر اس نے وہ لفظ کہے جو شعروں میں مذکور ہیں۔

۹ - سعد بن ابی وقاص نے ایران کو فتح کیا۔ مولانا شبلی "الفاروق میں" لکھتے ہیں۔

"سعد بہرہ شیر (ایک مقام) سے بڑھے تو آگے دجلہ تھا۔ ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل بندھے تھے توڑ کر بے کار کر دیئے تھے۔ سعد دجلے کے کنارے پر پہنچے تو نہ پل تھا نہ کشتی۔ فوج سے مخاطب ہو کر کہا۔ برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے۔ یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے۔ یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا ان کو دیکھ کر اوروں نے بھی ہمت کی اور سب نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا اگرچہ نہایت زخار اور مواج تھا لیکن ہمت اور جوش نے طبیعتوں میں یہ استقلال پیدا کر دیا تھا کہ موجیں برابر گھوڑوں سے آ آکر ٹکراتی تھیں اور یہ رکاب سے رکاب ملا کر آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یمین و یسار کی جو ترتیب تھی، اس میں بھی فرق نہ آیا۔ دوسرے کنارے پر ایرانی یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب فوج بالکل کنارے کے قریب آ گئی تو ان کو خیال ہوا کہ یہ آدمی نہیں جن ہیں، چنانچہ۔

دیواں آمدند دیواں آمدند

کہتے ہوئے بھاگے۔

۱۰ ۔ سطوت کیقبادی۔ کیقباد (۶۵۵ ۔ ۶۰۸ ق م) ایران کا پہلا کیانی بادشاہ تھا جو سیستانی پہلوان رستم بن زال کی مدد سے تخت نشین ہوا اور پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کیکاؤس بادشاہ بنا۔

۱۱ ۔ رہوار۔ گھوڑا

موضوع نمبر ۱۸

۱ ۔ قدوسی۔ پاک مخلوق۔ فرشتے۔ صالح لوگ

۲ ۔ مناصب۔ منصب کی جمع۔ عہدے

۳ ۔ خازن۔ خزانچی

۴ ۔ فاقہ کش۔ ابتدائے اسلام میں اکثر مسلمان غریب تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے افلاس کا یہ حال تھا کہ مسلسل فاقہ کی وجہ سے غش کھا کھا کر گر پڑتے تھے۔ یہ حالت بارہا رونما ہوئی۔ یہی ابو ہریرہؓ کہ صحابی تھے۔ بحرین کے حاکم مقرر ہوئے تو پانچ لاکھ درہم لے کر مدینہ منورہ میں آئے۔ خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کو اطلاع کی گئی۔ پانچ لاکھ کی رقم اتنی عجیب چیز تھی کہ حضرت عمرؓ نے کہا، خیر ہے، کیا کہتے ہو۔ انہوں نے پھر پانچ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم کو گنتی بھی آتی ہے۔ کہا، ہاں! یہ کہہ کر پانچ دفعہ لاکھ لاکھ کہا۔

۵ - سعد اور ابو عبیدہ۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ دونوں بیک وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چار یا پانچ سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت سعد فاتح ایران کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد میں امیر افواج بن کر قیصر روم کو شکستوں پر شکستیں دیں اور اس کے تاج و تخت کو زلزلے میں ڈال دیا۔

۶ - حضرت خالدؓ۔ گبن کے یہ الفاظ لکھے جا چکے ہیں کہ "خالدؓ بن ولید نے ادھر تو عراق فتح کر کے مدائن کے محلات کسریٰ میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور ادھر شام و دمشق فتح کر کے شاہ روم کا تخت ہلا دیا۔"

۷ - بن العاص۔ عمروؓ بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی اور پورا ملک زیر نگین ہو گیا۔

۸ - آل امیہ۔ خاندان اموی۔ یہ خاندان بنی ہاشم کا حریف مقابل تھا۔ معاویہ اور یزید اسی خاندان سے تھے اور مروان، عبد الملک، ولید، حضرت عمر بن عبد العزیز وغیرہ خلیفے بھی۔

۹ - ہاشمیؐ۔ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ جناب ہاشم حضور انورؐ کے اجداد میں سے تھے۔

۱۰ - عباس زادے۔ بنی عباس خلفائے بنی امیہ کے بعد خلافت بنی عباس کو ملی۔ خلافت عباسیہ کے قیام کی بنیاد یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حضرت عباس سے فرمایا تھا کہ خلافت آخر آپ کی اولاد کو ملے گی۔ بنو عباس اس وقت سے خلافت کے امیدوار چلے آتے تھے۔

موضوع نمبر ۱۹

۱ - شاعر مشرق کا ارشاد ہے۔

سروری در دین ما خدمت گری ست

حضرت عمرؓ قاضی کی عدالت۔ میں ہم نے یہ واقعہ مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے۔

لکھا ہے قاضی اسلام کی عدالت میں
کسی نزاع پہ دعویٰ ہوا عمرؓ کے خلاف
وہاں عمرؓ کو بھی آنا پڑا بہ نفس نفیس
یہ بات اگرچہ بظاہر تھی وجہ استخفاف
جب آئے آپ تو قاضی نے پیش کی مسند
عمرؓ خفا ہوئے اور کہہ دیا یہ اس کو صاف

خلاف عدل ہے تیرا یہ اولیں اقدام
کرے گی شرع نبیؐ کیا ترا یہ جرم معاف

۲ - مدینہ کی معذور بڑھیا- مدینہ منورہ کے ایک گوشہ میں ایک نابینا بڑھیا رہتی تھی جس کا کوئی والی یا وارث نہ تھا- حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ اس کے گھر جا کر اس کا کام کاج کر دیا کرتے تھے- ایک مرتبہ آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی دوسرا شخص چپکے سے آ کر یہ خدمت انجام دے جایا کرتا ہے- آپ کو حیرت ہوئی اور جستجو میں مصروف ہو گئے- ایک دن بہت سویرے اٹھ کر بڑھیا کے مکان پر پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ رہے- تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور بڑھیا کا کام کر گیا- یہ شخص خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے-

۳ - علی علیہ السلام دربدر روٹیاں بانٹتے تھے- آپ نے اپنے دور خلافت میں صاحب عالم حضرت امام حسنؓ کو حکم دیا کہ کوفہ کے محتاجوں' بیواؤں اور یتیموں کی فہرست تیار کریں- آپ نے ان تمام لوگوں کا روزینہ مقرر کر دیا- اور عالی مقام شہزادے کو تاکید فرمائی کہ جب تک ان کی ضروریات کو پورا نہ کر دیا جائے' اپنے منہ میں لقمہ نہ ڈالیں- آپ بہ نفس نفیس دوش مبارک پر خرما اور روٹیوں کے تھیلے رکھ کر رات کو نکلتے- ایک ایک کے دروازے پر جا کر آواز دیتے اور اپنے ہاتھوں سے روٹی اور کھجور تقسیم فرماتے- دیتے وقت منہ چھپا لیتے کہ لینے والے کو شرم نہ آئے اور یہ علم بھی نہ ہو کہ کون دے رہا ہے-

۴ - سعیدؓ ابن عامر- حضرت سعیدؓ بن عامر حضرت عمرؓ کے عہد میں حمص (صوبہ) کے ناظم (گورنر) تھے لیکن اس زمانہ میں بھی بے سروسامان تھے- یہاں تک کہ ان میں اور عام مساکین میں کوئی فرق نہ تھا-

حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہاں کے فقراء کی فہرست طلب کی تاکہ ان کے گزارے کا بندوبست کریں- فہرست تیار ہو کر آئی تو ایک نام سعید بن عامر بھی تھا- حضرت عمر نے پوچھا کہ یہ سعید بن عامر کون ہے- لوگوں نے جواب دیا- ہمارے اور آپ کے امیر- آپ نے حیرت سے پوچھا کہ "تمہارا امیر اور فقیر! وظیفہ کیا کرتا ہے-" جواب ملا کہ "اس کو وہ ہاتھ تک نہیں لگاتے-" حضرت عمرؓ رو پڑے اور ایک ہزار دینار سعیدؓ کے پاس بھیجے- سعیدؓ نے دینار دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا- بیوی نے کہا' خیر تو ہے' خدانخواستہ کوئی نقصان پہنچا- فرمایا' دنیا میرے پاس فتنہ لے کر آئی ہے- انہوں نے کہا' تدارک کیجئے- چنانچہ تمام رقم ایک توڑے میں ڈال دی اور ساری رات نماز پڑھتے رہے- صبح کو اسلامی فوج ادھر سے گزری- آپ نے دینار اٹھا کر اس کی ضروریات کے

لیے دے دیئے۔

۵ ۔ "اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر" ۔ سپہر ۔ آسمان "مشتری" ایک ستارہ جو چھٹے آسمان پر ہے۔ اس کو سعد اکبر بھی کہتے ہیں اور قاضی فلک بھی۔ اس شعر میں حضرت ابوبکرؓ مراد ہیں۔ آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ منصب خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد بھی حسب معمول کپڑوں کے تھان کندھوں پر رکھ کر بازار کی طرف چلے۔ راہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا' اب آپ مسلمانوں کے فرماں روا ہیں۔ چلیے ہم آپ کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کردیں گے۔ کپڑوں کے تھان کندھوں پر نہ اٹھایئے۔

۶ ۔ شہنشاہؐ دو عالم کے سر پر لکڑی کی گٹھڑی" مولانا شبلی لکھتے ہیں :

ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ جنگل سے لکڑی لانے کا کام حضور عالی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ کام ہم خدام کرلیں گے۔ فرمایا' ہاں! سچ ہے۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز کروں۔ خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے۔

۷ ۔ محاسن ۔ خوبیاں ۔ فضائل ۔

موضوع نمبر ۲۰

۱ ۔ محاسب ۔ حساب کرنے والا۔

۲ ۔ احد ۔ مدینہ منورہ کے نزدیک ایک پہاڑ۔

۳ ۔ عمرؓ اور بھی اک ہوا مسند آرا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز (۶۸۲ ۔ ۷۲۰ء)۔ آپ اموی خاندان سے تھے لیکن آپ نے اپنے خاندان کے نظام حکمرانی میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ خاندان شاہی کے ارکان کے قبضہ میں کروڑوں روپے کی جائداد تھی۔ خود آپ کے پاس بہت بڑی موروثی جاگیر تھی لیکن آپ نے اپنی اور تمام خاندان کی ایک ایک جاگیر واپس کر دی۔ خاندان شاہی کے ارکان اور امراء نے زبردست مخالفت کی۔ آپ نے ذرا پروا نہ کی۔

آپ کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ خلیفہ عبدالملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کرو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بیوی نے سر اطاعت جھکا دیا اور اسی وقت وہ جواہر بیت المال میں داخل کر دیا۔

خاندان بنو امیہ کو عمر بن عبدالعزیز نے بالکل تہی دست اور مفلس کر دیا۔ وہ بہت برہم ہوئے۔

طرح طرح کی دھمکیاں بھی دیں۔ دلیلیں بھی پیش کیں کہ گزشتہ خلفاء کی عطا کی ہوئی جائداد واپس نہ لی جائے۔ بیت المال سے وظائف اور گزارے بند نہ کیے جائیں لیکن حضرت عمرؒ نے اپنے خاندان والوں کو یہ جواب دیا۔ میرے ذاتی مال میں تمہارا حق ہو سکتا تھا مگر اس میں گنجائش نہیں۔ بیت المال میں تمہارا حق اس سے زیادہ نہیں جتنا برک غماد کی آخری حدود میں رہنے والے کا۔"

۴ ۔ فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی (۱۱۳۷ - ۱۱۹۳ء) اس سلطان کی عظمت کو اہل مغرب یعنی فرنگیوں کی نثر و نظم بھی سجدہ کرتی ہے۔ مورخ' ناول لکھنے والے اور شاعر اس مجاہد اسلام کی تعریفیں کرتے ہیں۔ یہاں صلیبی لڑائیوں کا تھوڑا سا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۰۹۵ء میں پاپا اربن دوم نے ایک تقریر کرکے تمام یورپ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ خود ایک فرنگی لکھتا ہے "یورپ بھر میں مذہبی جنون کا سیلاب پھیل گیا اور لوگوں نے عقل و خرد کو پس پشت ڈال دیا۔ جو لوہار تھا اس نے اپنے ہتھوڑے کو' جو بڑھئی تھا اس نے اپنے آرے کو ہاتھ سے رکھ دیا۔ دکانیں بند کر دیں اور ترکوں کا خون بہانے کے ارادے سے مشرق کا رخ کیا۔ بچے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے کہ فلسطین پہنچ کر ان خونخوار ترکوں کو اپنے معصوم جوش اور مسیحی پاک دامنی کے زور سے نیچا دکھائیں لیکن ان مذہبی دیوانوں میں سے نوے فیصد کو ارض مقدس دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ روپیہ ان کے پاس نہ تھا۔ اس لیے پیٹ بھرنے کے لیے یا بھیک مانگتے' یا چوری کرتے۔ کوئی شاہراہ ایسی نہ تھی جہاں لوگوں کا مال ان کی دستبرد سے محفوظ ہو۔ چنانچہ لوگوں نے طیش میں آکر انہیں مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کیا۔" اسی سلسلہ میں انگلستان کے ایک بادشاہ رچرڈ کا حال بھی سن لیجئے۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی انجیل اٹھا کر قسم کھائی کہ جب تک بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس نہ لے لوں" چین سے بیٹھنا مجھ پر حرام ہے۔ اس نے محض روپیہ حاصل کرنے کے لیے ہزارہا یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ خاص جاگیریں فروخت کیں۔ حکومت کے اعلیٰ مناصب بیچ ڈالے۔ صلیبی لڑائیوں کے جنون نے اسے اس قدر دیوانہ بنا رکھا تھا کہ کہتا تھا کہ میں شہر لندن کو بھی فروخت کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن افسوس کوئی اس کی قیمت ادا کرنے والا نظر نہیں آتا۔

سلطان صلاح الدین نے سارے یورپ کے جنون کا مقابلہ کر کے صلیب پرستوں کے قیامت زا فتنہ و فساد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس غازی اعظم کا قول تھا "مال کو بھی انہی نظروں سے دیکھو جن نظروں سے خاک کو دیکھتے ہو۔" سلطان کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں ۴۷ درہم اور ایک دینار نکلا۔

■ ۔ ناصر الدین محمود شاہ (م ۱۲۶۶ء) یہ شمس الدین التمش کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ ہندوستان کے

اس شہنشاہ کو تاریخ کی تمام کتابوں میں "درویش بادشاہ" لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید لکھ لکھ کر گزارا کرتا تھا۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی۔ اس کے پاس کنیز نہ تھی۔ اس کی ملکہ اس کے وزیر غیاث الدین بلبن کی بیٹی تھی۔

۶ - قدسی سیر۔ سیر (سیرت کی جمع) عادتیں، خصلتیں۔ "قدسی سیر" فرشتہ خصائل۔

موضوع نمبر ۲۱

۱ - تراشا جنھوں نے بت سلطنت کو۔ معاویہ نے خلافت کو سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ اموی خاندان کے سب فرماں روا سلطان یا بادشاہ بن گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی حالانکہ وہ بھی اموی خاندان کے ایک رکن تھے۔

۲ - حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز مدینہ منورہ میں بحیثیت ناظم تھے۔ ان ایام میں وہ تجمل اور تکلف کے خوگر تھے۔ لباس نہایت بیش قیمت پہنتے تھے۔ چار سو کی قیمت کا کپڑا بھی جسم پر بار معلوم ہوتا تھا۔ ہر روز پوشاک بدلی جاتی تھی بلکہ دن میں کئی کئی جوڑے بدلے جاتے تھے۔ خلافت قبول کی تو طبیعت میں انقلاب آ گیا۔ صرف ایک جوڑا رہ گیا۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔ مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی کہ بدلی جاتی۔ آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی ہمشیرہ سے کہا کہ لوگ عیادت کو آتے ہیں۔ قمیص نہایت میلی ہو گئی ہے، دوسری بدلوا دو۔ وہ خاموش رہیں۔ دوبارہ کہا تو بولیں کہ اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔

یہ حال اس شخص کا تھا جو ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کا جانشین تھا۔ ولید نے فقط ایک مسجد کی تعمیر پر چھپن لاکھ اشرفی صرف کر دی اور متعدد مساجد اور محلات تعمیر کرائے۔

۳ - وہ سرمست تھا اور اسے کیا خبر تھی   کہ بالائے سر آسماں خندہ زن تھا

اس شعر میں اس انقلاب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی طبیعت میں اور لباس میں پیدا ہونے والا تھا۔ انقلاب آسمان کا مشغلہ ہے اسی لیے وہ ان کے تکلفات کو دیکھ کر ہنس رہا تھا کہ یہ باتیں کب تک!

۴ - ظواہر۔ ظاہری ساز و سامان

۵ - زیر نگین۔ زیر حکومت

۶ - پرچم۔ جھنڈا

۷ - جبرالٹر۔ جبل طارق۔ وہ پہاڑی جس پر فاتح ہسپانیہ طارق اپریل ۷۱۱ء میں اترا۔

۸ ۔ قیروان۔جناب عقبہ بن نافع نے جناب امیر معاویہؓ اور یزید کے زمانے میں افریقی علاقوں کو فتح کیا۔ قیروان کا شہر جناب عقبہ ہی نے افریقہ میں آباد کیا تھا۔بعد میں یہی شہر علم ، حکمت اور تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا۔

۹ ۔ روداد۔ماجرا۔احوال

۱۰ ۔ دم واپسیں۔ آخری سانس

۱۱ ۔ پر محن۔ محن۔ محنت کی جمع۔ تکالیف

۱۲ ۔ عیادت۔بیمار پرسی

۱۳ ۔ مرقد۔ قبر۔ خواب گاہ

موضوع نمبر۲۲

۱ ۔ رنگ و روغن۔ رنگ آمیزی

۲ ۔ پادر ہوا۔ بے بنیاد

۳ ۔ واقعیت۔ حقیقت

۴ ۔ مسترد کر دیا۔ رد کر دیا

۵ ۔ زمرد۔ سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر

۶ ۔ لالی۔(لولو کی جمع) موتی۔ مروارید

۷ ۔ طیب۔پاک

۸ ۔ رضاجوئے مولاؐ تھے۔ان کو حضور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشی مطلوب تھی۔

موضوع نمبر۲۳

۱ ۔ دمشق اور کوفہ کے دو ستارے۔ ابن تیمیہؒ اور ابو حنیفہؒ

۲ ۔ محبس۔ زنداں۔قید خانہ

۳ ۔ ابن تیمیہ۔ دمشق کے علاقہ میں بمقام حران بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ پیدا ہوئے۔ ابھی عمر تیس برس سے کم تھی کہ ان کے لیے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا منصب تجویز ہوا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

آپ نے اپنی کتابوں میں بار بار ایسی باتیں لکھ دیں کہ قید ہوتے رہے۔ حکومت کو ان تحریروں سے فساد کا اندیشہ ہوا۔ ۷۲۸ھ میں قید خانہ میں جان دی۔ اتنے بڑے عالم قرآن تھے کہ اسلامی دنیا

میں غائبانہ نمازیں پڑھی گئیں۔ چین میں بھی نماز جنازہ ہوئی۔

۴ - نعمان بن ثابت۔ امام ابو حنیفہ (۶۹۹ - ۷۶۷ء) فقہ حنفی کی بنیاد ان کے آثار و فتاویٰ پر ہے۔ ان کو بھی خلیفہ وقت کے بعض عقائد سے اختلاف رکھنے اور عہدہ قضا قبول نہ کرنے کی بنا پر تیس مہینے (اڑھائی سال) قید خانہ میں رکھا گیا۔ دونوں پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور کوڑے برسائے جاتے تھے۔ ہر کوڑے پر آپ تسبیح و تہلیل فرماتے تھے۔ اسی قید میں آپ نے وفات پائی۔

۵ - براہیمی۔ حضرت ابراہیم کے دین یعنی اسلام کے پیرو۔

موضوع نمبر ۲۴

۱ - حرا۔ مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبوت سے پہلے عبادت میں یہاں مشغول رہتے تھے۔

۲ - شبستان شمع ہدیٰ۔ شمع ہدایت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا محل۔ "شبستان" وہ محل یا مکان جس پر راتیں بسر کی جائیں۔

۳ - کاخ و ایواں۔ محل

۴ - سلف۔ گزشتہ

۵ - دمشق و بغداد۔ دمشق خلفائے بنی امیہ کا دار الخلافہ تھا۔ جامع دمشق یا مسجد اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے بنوائی تھی۔ یہ مسجد سر سے پاؤں تک سونے چاندی اور جواہرات سے لپی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے اپنے عہد میں اسے صرف بیجا سمجھ کر کل بیش قیمت سامان نکلوا کر بیت المال میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں روم کے قاصد آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جامع دمشق کو دیکھ کر کہا "ہم سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کا عروج چند روزہ ہے لیکن اس عمارت کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مسلمان ایک زندہ رہنے والی قوم ہے۔" یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

بغداد اور اس کی عمارتیں۔ جب خاندان عباسیہ کو عروج حاصل ہوا تو بغداد کا شہر تعمیر ہوا اور دار السلطنت بنا۔ چند ہی روز میں علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ جب کوئی سیاح اس شہر سے گزرتا جنت الفردوس کی تصویر اس کی آنکھوں میں پھر جاتی۔ تین ہزار مساجد سات سو مکاتب، آٹھ سو مطب، دس ہزار حمام تھے۔ بڑی بڑی یونیورسٹیوں کی بہت عظیم الشان عمارتیں تھیں۔ قصر الذہب، قبۃ الخضرا، قصر الخلد وغیرہ بغداد کی عدیم النظیر عمارتیں تھیں۔

ہارون الرشید کے قصر شاہی میں ۳۸ ہزار مشجر کے پردے جابجا آویزاں تھے' جن میں ساڑھے بارہ ہزار ریشمی کلابتون کے کام کے تھے اور بائیس ہزار نفیس قالینوں کا فرش تھا۔

بغداد میں خلیفہ المقتدر نے ایک نہایت حیرت انگیز عمارت دارالشجرہ بنوائی تھی۔ اس عمارت میں ایک حوض تھا جس کے بیچ میں سونے اور چاندی کا ایک درخت بنا ہوا تھا۔ اس میں اٹھارہ شاخیں تھیں جن میں طرح طرح کے گراں قیمت جواہرات کے پھل اور پھول بنوائے گئے تھے' جو اصل کی مانند تھے۔ ان شاخوں پر سونے اور چاندی کے پرندے بنے ہوئے تھے جو ہوا چلنے کے وقت مختلف بولیاں بولتے تھے۔ حوض کے کنارے مجسمے ریشمی کپڑے پہنے تلواروں اور نیزوں سے مسلح مصنوعی گھوڑوں پر اس طرح سوار تھے گویا ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔

۶۔ غرناطہ و قرطبہ کے بے مثال محل۔ غرناطہ کا محل الحمرا : اس عمارت کے ایک کمرہ کا اندرونی حصہ حیرت انگیز صناعی کا نمونہ تھا۔ اس میں ایک سو باون قسم کے ایسے عجیب و غریب پھول تھے کہ ایک دوسرے سے سراسر مختلف تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمرہ اور اس کی آرائش فوق الانسانی دل و دماغ کا کرشمہ ہے یعنی یہ بات انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ قرطبہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ شہر دنیا کے تمام شہروں میں سربلند تھا۔ جامع قرطبہ کا ایک حصہ مصلیٰ اب تک موجود ہے۔ اس کے بارہ میں موسیو ژبردے پران سری لکھتا ہے "اس کی پر تکلف آرائش اور اس کا دلربا انداز دنیا کی کسی قدیم اور جدید عمارت میں نہیں پایا جاتا۔"

قرطبہ کے محلات شاہی جو قصر الازہار' قصر العاشقین' قصر السرور اور قصر التاج کے نام سے موسوم تھے' آج بھی اپنے مٹے ہوئے نشانات سے اپنی شوکت کا اظہار کر رہے ہیں۔

بنی امیہ کے عہد میں قرطبہ میں تین ہزار آٹھ سو مساجد۔ ساٹھ ہزار محل۔ دو لاکھ مکانات اور سات سو حمام تھے۔

قصر الزہرا : مصر کے مورخ طلعت حرب کے ایک مقالہ کا ترجمہ شائع ہوا تھا چند الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں :

"عبدالرحمٰن ثالث بادشاہ اندلس نے اپنی ملکہ زہرا کے لیے یہ عظیم الشان محل تیار کرایا تھا۔ قرطبہ سے چار میل کی دوری پر تھا اور جبل العروس کے پرفضا اور دلفریب کہسار میں عجیب دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ اس کے احاطہ کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور شاندار دروازے تھے۔ اس محل کی تیاری میں ایک ارب درہم یعنی ہمارے روپے کے حساب سے تقریباً" بیس کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ ۳۲۵ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور ۲۵ سال کی شب و روز کی محنت کے بعد تیار ہوا۔

بارہ ہزار معمار اور پانچ ہزار اونٹ اور خچر وغیرہ روزانہ کام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ چالیس ہزار مزدور اور بڑھئی اور لوہار وغیرہ بھی تھے۔

اس محل کے اندر چالیس ہزار تین سو سولہ برجیاں تھیں جو سنگ مرمر اور سنگ عیسیٰ وغیرہ قیمتی پتھروں سے تیار کی گئی تھیں۔ اس کے اندر سونے کا ایک بہت بڑا فوارہ تھا۔ اس فوارہ میں بارہ پرندوں اور چرندوں کے مجسمے لگائے گئے تھے جو ہیرے اور جواہرات کے بنے ہوئے تھے۔ ان جانوروں کے منہ سے پانی تیزی کے ساتھ باہر نکلا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی سنگ سبز اور سنگ سرخ کے کئی خوبصورت فوارے تھے۔

اس محل کا ایک حصہ قصر الخلفاء بھی تھا جس کی چھت سونے اور شفاف سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھی جس سے دوسری طرف کی چیز بالکل صاف دکھائی دیتی تھی۔ چھت کے بیرونی حصہ میں سونے اور چاندی کے تھال نہایت سلیقہ سے لگائے ہوئے تھے۔ اس کے وسط میں سب سے بڑا قیمتی اور دنیا کا مشہور موتی لگا ہوا تھا جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا اور رات کو اس کے اندر اس قدر روشنی ہوتی تھی کہ اس پر کسی تابدار ستارے کا شبہ ہوتا تھا"۔

۷ ۔ دلی و آگرہ۔ بادشاہان اسلام کی جو یادگاریں یہاں موجود ہیں ان کو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مشہور ہندو سائنس دان سر پی سی رائے لکھتا ہے :

"وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آئے گی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر زیادہ کچھ کہنا بے سود ہے۔ قطب مینار۔ سکندرہ۔ تاج محل کا ذکر کر دینا کافی ہو گا۔"

لیڈی کرزن (لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی بیوی) نے تاج کو دیکھ کر کہا :

"اگر کوئی وعدہ کرے اور اطمینان دلائے کہ ایسا مقبرہ بنا دے گا تو میں ابھی مرنے کو تیار ہوں۔"

۸ ۔ قصور و مساجد۔ محلات اور مسجدیں (قصور۔ قصر کی جمع)

۹ ۔ تفوق۔ برتری۔ ترجیح

موضوع نمبر ۲۵

۱ ۔ بار امانت کا حامل۔ امانت کا بوجھ اٹھانے والا۔

قرآن مجید میں ہے : انا عرضنا الامانته علی السموٰات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان" (ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں

پر پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔)

۲ ۔ اسلاف۔ پیشینگان (سلف کی جمع) گزرے ہوئے بزرگ۔

۳ ۔ تطہیر۔پاک کرنا

۴ ۔ فتنہ تاتار اور حرم کی پاسبانی۔اقبالؒ کا مشہور شعر ہے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

ہلاکو خاں کے لشکر نے خراسان و عراق کو تباہ کیا اور بغداد کو لوٹا تھا۔اسی کی اولاد مشرف بہ اسلام ہوگئی۔ترک حرمین الشریفین کے محافظ بن گئے۔

۵ ۔ طارم نیلگوں ۱ نیلا آسمان۔طارم = بالا خانہ۔

جعفر بلوچ

نیاز صاحب —— حالات حیات

نیاز صاحب نے اپنے مکمل حالات زندگی خود کہیں بیان نہیں کیے۔ بعض اشارات سے جو میں نے ان سے ملاقاتوں اور گفتگوؤں کے دوران میں اخذ کیے' ان کی بعض نظموں کی تاریخ تحریر یا تاریخ اشاعت سے اور ان کے بعض احباب و تلامذہ کی یادداشتوں سے ان کے حالات حیات کا ایک نامکمل ساخاکہ کھینچا جا سکتا ہے۔ دستیاب معلومات کی رو سے نیاز صاحب قیاساً" ۱۸۹۵ء میں لیہ (ڈیرہ غازی خان ڈویژن) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب کا نام فتح محمد تھا۔ جناب فتح محمد پیشے کے لحاظ سے قانون گو تھے۔ نیاز صاحب کے ایک ہی بھائی تھے جو عمر میں ان سے چھوٹے تھے۔ ان کا نام محمد انور صابری تھا۔ دونوں بھائی ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر تھے جو لیہ بازار کے وسط میں اونچی مسجد کے سامنے شیخ جمعہ زرگر کی دکان کے برابر والی بند گلی میں واقع تھا۔ یہ قریباً" چار مرلے کا ایک چھوٹا سا گھر تھا جو دو کمروں ایک برآمدے اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل تھا۔ اس گھر میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا تھا۔ نیاز صاحب کی بیگم صاحبہ اپنے بیٹے راجہ محمد خورشید کے ساتھ بہاولپور میں مقیم تھیں۔ انور صاحب نے شادی ہی نہیں کی تھی۔ وہ بھی نیاز صاحب کی طرح ڈسٹرکٹ بورڈ کے مختلف مڈل اور ہائی سکولوں میں پہلے استاد اور پھر ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ ان کو ریاضی سے غیر معمولی شغف تھا۔ نیاز صاحب اپنی ایک بہن کا بھی ذکر کیا کرتے تھے جو مجذوبہ ہو گئی تھی۔

نیاز صاحب کے تعلیمی کوائف کے بارے میں بھی ہماری معلومات نامکمل ہیں۔ اپنی نظم "ابو ابن ادہم" کے تمہیدی نوٹ میں انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۹۱۷ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا جو میٹرک کے مساوی ایک درجہ تعلیم تھا۔ غالباً" ۱۹۱۹ء میں انہوں نے ایف اے کیا۔ ۱۹۲۵ء تک بی اے اور ۱۹۳۴ء تک ایم اے (فارسی) کر چکے تھے۔ نیاز صاحب بتایا کرتے تھے کہ دراصل وہ ایم اے فلسفہ کرنا چاہتے تھے اور اس کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ داخلہ بھیجنے کے دن قریب آ گئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ فلسفے کے مضمون کی تیاری اس مختصر وقت میں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ انہوں نے ایم اے فارسی کا داخلہ بھیج دیا اور قلیل وقت میں تیاری کر کے فارسی کا امتحان دے دیا۔ اس امتحان میں وہ پنجاب یونیورسٹی میں اول رہے اور انہیں گولڈ میڈل ملا۔ نیاز صاحب کے مختلف

امتحانات پاس کرنے کے سنین سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مدارج تعلیم مسلسل طے نہیں کیے بلکہ اکثر یہ سلسلہ ٹوٹ ٹوٹ کر جڑتا رہا اور یہ کہ انہوں نے بیشتر امتحانات پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیے۔

نیاز صاحب نے ملازمت کا آغاز بطور انگلش ٹیچر غالباً" اسی سال کیا جس سال انہوں نے انٹرنس پاس کیا۔ وہ گورنمنٹ سکول لیہ میں استاد مقرر ہوئے تھے۔ مشہور شاعر فقیر اللہ بخش کشفی ملتانی لیہ میں جونیئر ورنیکلر کی کلاس میں نیاز صاحب سے انگریزی پڑھتے تھے۔ کشفی صاحب نے اپنے ہفت روزہ "بشارت" مظفر گڑھ کے ۸۔ اپریل ۱۹۵۲ء کے شمارہ میں اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے

"مجھے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا فخر اور شعر و سخن کا چسکا اسی شہر (لیہ) سے حاصل ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے مشاعرے اب تک یاد آتے ہیں جب کہ راجہ محمد عبداللہ نیاز کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔"

غالباً" ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء میں نیاز صاحب نے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہائی سکولوں میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرنا شروع کیا اور پھر ساری زندگی وہ اسی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان (۱۹۲۵ء - ۱۹۲۶ء) خان گڑھ' ملتان (۱۹۳۳ء تا مارچ ۱۹۳۷ء) سرائے سدھو' میلسی' کبیر والا (۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۸ء) قادر پور راں (ضلع ملتان) اور سکندر آباد (تحصیل شجاع آباد) میں ملازمت کی۔ سکندر آباد سے وہ ۲۔ جنوری ۱۹۵۵ء کو ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے لیے مڈل سکول بوسن (ملتان)' ہائی سکول منگلا اور مدرسہ نور الاسلام رحیمیہ رحمٰن آباد (لیہ) میں بھی ہیڈ ماسٹر رہے۔ آخری عمر نیاز صاحب نے لیہ میں اپنے مکان متذکرہ بالا میں گزاری اور قریباً" ڈیڑھ سال کی طویل علالت کے بعد وہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نیاز صاحب کی شادی ۱۹۲۲ء میں محترمہ برکت بیگم سے ہوئی تھی۔ معروف شاعر جناب فتح محمد فاتح (بھکر) نیاز صاحب کے ہم زلف تھے۔ نیاز صاحب کے کل سات بچے ہوئے چار بیٹے اور تین بیٹیاں۔ ان میں سے پانچ بچے (تین بیٹے اور دو بیٹیاں) نیاز صاحب کی زندگی ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کا پہلا بیٹا محمد اختر سولہ سال کی عمر میں ۱۲۔ جنوری ۱۹۳۸ء کو اور دوسرا بیٹا محمد اقبال جو گورنمنٹ کالج ملتان میں ایف اے سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا' ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو فوت ہو گیا۔ تیسرا بیٹا شاید کم سنی میں فوت ہوا تھا۔ ان کی ایک بیٹی ثریا ۲۴۔ نومبر ۱۹۳۶ء کو فوت ہوئی اس وقت اس کی عمر پانچ برس تھی۔ نیاز صاحب کے ایک بیٹے راجہ محمد خورشید الناصر بہاولپور میں ایڈووکیٹ تھے۔ وہ

۶-جون ۱۹۹۱ء کو فوت ہوئے۔

نیاز صاحب کو لکھنے پڑھنے سے شغف کم عمری ہی سے ہو گا لیکن ان کا ابتدائی کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء (۲۱۔ شوال ۱۳۳۱ھ) کو پہلی بار نیاز صاحب کے پانچ قطعات "خدا لگتی باتیں" کے عنوان سے روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک قطعہ یہ تھا۔

آپ اگر چاہتے ہیں خاں بہادر بننا
بوٹ ہر وقت ہر انگریز کے چوما کیجے
کوئی روئے کوئی چلائے مگر آپ کو کیا
گیت گا گا کے گورمنٹ کے جھوما کیجے

ان کی مشہور نظم "ابو ابن ادہم" جولی ہنٹ (Leigh Hunt) کی نظم کا منظوم ترجمہ ہے، پہلی بار ۱۹۱۵ء میں زمیندار میں شائع ہوئی ان منظومات میں فکر و خیال اور اسلوب بیان کی پختہ کاری کو مد نظر رکھتے ہوئے قیاس یہی کہتا ہے کہ یہ نیاز صاحب کا بالکل ابتدائی کلام نہیں ہو گا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ بہت کچھ کہہ چکے ہوں گے لیکن وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شعر و سخن میں نیاز صاحب کسی کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے استاد ذوق اور آزاد دہلوی وغیرہ کا شاگرد معنوی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہی حضرات کی تصانیف کے مطالعہ سے مجھ میں تصنیف و تالیف کا ذوق و شوق پیدا ہوا تھا۔

نیاز صاحب کی مطبوعہ تصانیف درج ذیل ہیں :

۱ - خدا اور اس کے رسول (نثر میں بچوں کے لیے) مطبوعہ قومی کتب خانہ لاہور

۲ - یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے (نعتیہ ترجیع بند) انجمن مہتممین وقف مدرسہ نور الاسلام رحیمیہ لیہ اشاعت اول ۱۹۶۷ء

۳ - صبح سخن۔ پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز۔ لاہور ۱۹۹۳ء

نثر میں نیاز صاحب کا زیادہ کام اسلامیات اور اردو زبان (لغات و محاورات وغیرہ) کے بارے میں تھا افسوس کہ اس دقیع کام کا بیشتر حصہ گم یا ضائع ہو چکا ہے البتہ اسلام اور معجزات کے موضوع پر ان کی ایک قابل قدر کتاب بنام "تجلیات اسلام" محفوظ ہے۔ خدا کرے اس ضخیم کتاب کی اشاعت کی کوئی سبیل نکل آئے اردو میں دو ڈرامے بھی نیاز صاحب کی یادگار ہیں۔ یہ ڈرامے ماہنامہ "نخلستان" ملتان کے ڈرامہ نمبر (اشاعت مارچ اپریل ۱۹۳۵ء) میں شائع ہوئے تھے۔ ان ڈراموں میں

ـ نیاز صاحب نے اپنے ایک نوٹ میں ان قطعات کی تعداد تین لکھی ہے۔ (دیکھیں "ارمغان نیاز" مرتبہ جعفر بلوچ، ص ۲۶) نیاز صاحب کو تسامح ہوا ہے۔ یہ پانچ قطعات کی نظم ہے۔ (جعفر)

سے ایک کا نام "مکافات عمل" اور دوسرے کا نام "سائنس دان اور شاعر" تھا۔ یہ دونوں ڈرامے اس زمانے میں بہت مشہور ہوئے تھے۔ نیاز صاحب کے بعض شاگردوں کو اب تک ان ڈراموں کے مکالمے اور اشعار یاد ہیں۔ "مکافات عمل" بارہا اسٹیج کیا گیا۔ نیاز صاحب کی ادبی خدمات کی ایک شاخ ایک علمی و ادبی مجلّہ کی ادارت کی صورت میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔ "نخلستان" ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کا جاری کردہ ایک جریدہ تھا۔ اس کے مدیر فقیر غلام حیدر (م ۱۹۷۶ء) تھے جو کہروڑ پکا (ضلع ملتان) کے رہنے والے تھے۔ نیاز صاحب نومبر ۱۹۳۵ء سے مارچ ۱۹۳۸ء تک اس جریدہ کے چیف ایڈیٹر رہے۔ "نخلستان" ملتان کا ایک اہم علمی و ادبی ماہنامہ تھا۔ اس کی ادارت سے مختلف ادوار میں بعض اہم علمی و ادبی شخصیات وابستہ رہیں چنانچہ اس ضمن میں شاہ ولی یمینی (۳۰۔۱۹۳۱ء) ن۔ م۔ راشد (۳۳ تا جنوری ۱۹۳۵ء) پروفیسر سلیم فارانی (۳۵۔۱۹۳۶ء) مولانا نور احمد خان فریدی (مدیر معاون) اور حسین ظفر ادیب (مدیر معاون) کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

نیاز صاحب کے بارے میں میرا اولین تعارفی اور تنقیدی مضمون ستمبر ۱۹۶۹ء میں ماہنامہ "سیارہ" لاہور میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں راقم اور حکیم سید عبدالمجید راحی (مرحوم) نے مل کر مظفر گڑھ اکادمی کے زیر اہتمام ایک کتابچہ "مطلعین" کے نام سے شائع کرایا جس میں نیاز صاحب اور جناب اسد ملتانی کے حالات زندگی اور انتخاب کلام شامل کیا گیا تھا۔ ۱۹۸۸ء میں دار الکتاب لیہ کے زیر اہتمام "ارمغان نیاز" شائع کی گئی۔ اس میں نیاز صاحب کی شخصیت اور ان کے فکر و فن پر بعض ارباب فکر و نظر مثلاً" مولانا عبدالمجید سالک' مولانا حامد علی خاں (سابق مدیر ہمایوں و مخزن والحمرا وغیرہ)' خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی' حاجی لق لق' کشفی ملتانی' احسان دانش' نعیم صدیقی' حفیظ تائب' نواب زادہ نصر اللہ خان' مولانا نور احمد خان فریدی' پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا' پروفیسر عاصی کرنالی' جناب غلام احمد جاوید (اقبال اکادمی لاہور) پروفیسر ضیغم شمیروی' ڈاکٹر خیال امروہوی' نسیم لیہ اور دیگر حضرات کے مضامین و تاثرات پیش کیے گئے تھے۔ ۱۹۹۴ء میں جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار ظفر نے زکریا یونیورسٹی سے سرزمین ملتان کے چھ ادبی اکابر کے حوالے سے "ملتان میں اردو شاعری کا زریں دور" کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا کام مکمل کیا۔ زمانی ترتیب سے ان چھ اکابر میں نیاز صاحب کا نام نامی سرفہرست ہے۔ غرض نیاز صاحب کی شخصی اور فکری و اسلوبی عظمتوں کا کچھ' اعتراف ہوا تو ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی۔

لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت

جعفر بلوچ

راجہ محمد عبداللہ نیاز کی نعت نگاری

جناب راجہ محمد عبداللہ نیاز اپنی کتاب "خدا کا آخری پیغام" (غیر مطبوعہ) کے ایک باب میں اسلام کے چوتھے رکن "حج" کے ضمن میں مقامات مقدسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"گنبد خضرا کے نظارے کی کیفیت کوئی ان سے پوچھے جو اس کو دور سے دیکھتے ہی سیماب بن کر تڑپنے لگتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے خالی الذہن ہو جاتے ہیں۔ کاشانہ رسالت کو اقبال "کعبہ کا قبلہ" کہتا ہے اور بجا کہتا ہے۔

طور موج از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

مسجد نبویؐ اور خواب گاہ مصطفیٰؐ کی دید آنکھوں کے لیے "حج اکبر" یا "اس سے سوا" نہیں ' آنکھوں کی معراج ہے۔ ہم رہ رہ کر حیران ہوتے ہیں کہ زائرین روضہ اطہر زندہ کس طرح واپس آ جاتے ہیں۔ ہم ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن دل پر ایک عالم طاری ہے۔ بدن کے خون کا ہر قطرہ آنسو بن کر نکلنے کے لیے تڑپ رہا ہے اس لیے اس مضمون پر قلم الفاظ سے رخصت لیتا ہے۔"

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب راجہ محمد عبداللہ نیاز کی والہانہ شیفتگی کی یہ شان راقم نے بارہا دیکھی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آتے ہی ان کی آنکھیں عقیدت و ارادت کے آنسوؤں سے باوضو ہو گئیں اور پھر دیر تک عشق و محبت کے ستارے ان کی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے دامن میں نور بھرتے رہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق کی جوت جناب نیاز کے لڑکپن ہی سے ان کی دل افروزی کا سامان تھی۔ زمانہ طالب علمی میں نیاز صاحب اپنا نام "ک عبداللہ" لکھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھی اور بعض اساتذہ کبھی کبھی ان سے پوچھتے کہ یہ ک سے کیا مراد ہے۔ نیاز صاحب خاموش رہتے اور ٹال جاتے۔ چنانچہ یہ لوگ انہیں چھیڑنے کی خاطر کہا کرتے کہ ک سے مراد "کتا" ہو گا۔ وہ زمانہ بیت گیا۔ نیاز صاحب نے تعلیم مکمل کی۔ ملازمتیں کیں۔ ریٹائر ہو گئے۔ بہتر سالوں کے نقوش ان کی زندگی پر مرتسم ہو چکے تھے کہ ایک دن ایک دیرینہ دوست نے ان سے پھر پوچھا' اس ک کا کیا مطلب تھا جو تم اپنے نام کے ساتھ لکھا کرتے تھے؟ نیاز

صاحب نے جواب دیا' وہی جو تم سمجھتے تھے۔ میں آقائے نامدار رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے در کا کتا ہی تو ہوں۔ علامہ نیاز سے یہ واقعہ سننے کے بعد کئی روز تک مولانا جامیؒ کا یہ مصرع میرے ورد زبان رہا۔

سگت را کاش جامی نام بودے!

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب نیاز کی نگارشات کا مرکزی نکتہ ہے۔ اور ان کی نظم و نثر دونوں پر تو نبوت سے جگمگا رہی ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام آپ کی ایک تصنیف "یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے" اور چند متفرق نعتوں پر مشتمل ہے۔

نیاز صاحب نے ۱۹۱۳ء میں روزنامہ "زمیندار" میں لکھنا شروع کیا لیکن ان کی اولین نعت کا تعین بہت مشکل ہے۔ کیونکہ نیاز صاحب نے اپنے پورے کلام کو نہ خود محفوظ کیا اور نہ یہاں "زمیندار" کا مکمل فائل دستیاب ہے۔ "زمیندار" کے موجودہ ریکارڈ کے مطابق ان کی پہلی نعت اسی اخبار کے ۱۸ جنوری ۱۹۱۶ء کے پیغمبرؐ نمبر میں ملتی ہے۔ یہ نعت میلاد النبیؐ کے موضوع پر ہے اور اس کا عنوان ہے "خوشی کی لہریں"۔ اس نعت کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

آج محبوبؐ خدا آنے کو ہے
مصطفیٰؐ و مجتبیٰؐ آنے کو ہے

جس کی خاطر کل جہاں پیدا ہوا
آج وہ خیرالوریٰؐ آنے کو ہے

جس کا نور آدم سے بھی پہلے بنا
وہ حبیبؐ کبریا آنے کو ہے

مرحبا صل علی کا شور ہے
شافعؐ روز جزا آنے کو ہے

دل میں نور آئے گا آنکھوں میں سرور
وہ حسین مہ لقا آنے کو ہے

مشرق و مغرب میں ہوگا درفشاں
ابر الطاف و سخا آنے کو ہے

جس زمانے میں نیاز صاحب نے نعت گوئی کا آغاز کیا' محسن کاکوروی' امیر مینائی' مولانا حالی اور مولانا شبلی نعمانی کے اعجاز آثار قلم نعت نگاری کی عظیم الشان روایات قائم کر چکے تھے اور مولانا ظفر

علی خاں اور علامہ اقبال جناب رسالت ماب کی توصیف و تمجید کے نئے امکانات پیدا کر رہے تھے۔ راجہ محمد عبداللہ نیاز اس نورانی قافلے کے تین سروش نواؤں یعنی علامہ شبلی نعمانی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال سے بالخصوص متاثر ہوئے اور ان کی اثر پذیری کی شہادت ان کے کلام سے بار بار ملتی ہے۔ نیاز صاحب نے علامہ شبلی سے واقعہ نگاری، ظفر علی خاں سے قادر الکلامی اور برجستہ گوئی اور علامہ اقبال سے شوکت بیان اور رفعت فکر کے رموز و نکات اخذ کیے اور انہیں اپنی زبردست شاعرانہ صلاحیتوں سے آمیز دے کر اپنی انفرادیت کا نقش ابھارا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت محسن کاکوروی کی نعت مرصع کاری کی معراج تک پہنچ گئی۔ لیکن اردو نعت کی حدود کو وسیع تر کرنے کا شرف خدا نے علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کے نامہ حسنات میں لکھ دیا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں فرماتے ہیں۔

هم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا ن تو ہو

یہ اعجاز آگیں مصرع مضامین نعت کی وسیع تر حدود کا اشاریہ ہے گویا مولانا ظفر علی خاں اور ان کے معاصرین کے نزدیک عشق رسولؐ فقط ایک زاویہ حیات نہ تھا بلکہ خود زندگی عشق رسولؐ کا ایک زاویہ تھی اور وہ زندگی اور اس کے متعلقات کے کسی تذکرہ کو عشق رسولؐ کے حوالے کے بغیر مہمل اور لایعنی سمجھتے تھے۔ ان حضرات نے زندگی کے ہر پہلو کو سیرت نبویؐ کی روشنی میں دیکھا اور ہر مشکل مرحلہ پر روح پیمبرؐ سے استمداد کیا۔ جنگ بلقان میں برطانوی استعمار نے اپنی دو رخی سیاسی پالیسی کے مطابق اسلام دوستی کے دعووں کی عملاً" تردید کی تو مولانا شبلی نے برملا فرمایا۔

منافق ہے جو کہتا ہے کہ میں ٹرکی سے یکسو ہوں
یہ وہ الفاظ ہیں جن کی جہاں گیری زباں تک ہے
ہمارا جوش اسلامی انہیں باور نہیں آتا
یہ انداز تغافل جلوہ گاہ امتحاں تک ہے

اور پھر سلسلہ کلام کو ان نعتیہ اشعار پر تمام کیا۔

پڑا سوتا ہے کوئی گنبد خضرائے یثرب میں
کہ جس کا بندہ فرماں زمیں سے آسماں تک ہے
کوئی جا کر یہ کہہ دے ہم گنہگاروں کی جانب سے
کہ اب مسلم کی ہستی تیرے الطاف نہاں تک ہے

نعت کا یہی بالواسطہ آہنگ مولانا حالی، علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کی بہت سی نظموں میں

بھی ملتا ہے، مولانا ظفر علی خاں کبھی کانگریس اور گاندھی کے چرخے کے ذکر سے گریز کرکے فرماتے ہیں۔

مجھے سرکار بطحا سے غرض ہے
نہیں سرکار لندن سے سروکار

کبھی وہ شدھی کے جدید شاخسانوں کا تذکرہ کرتے کرتے اعلان فرماتے ہیں۔

اے برق کیا مجھے تری چشمک زنی کا خوف
برتر ز شاخ سدرہ مرا آشیانہ ہے
جب ہم محمدؐ عربی کے غلام ہیں
کیا غم اگر خلاف ہمارے زمانہ ہے

کبھی "زمیندار" کی ضبطی پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے انتباہ کے انداز میں کہتے ہیں۔

تم ضبط زمیندار کے نمبر نہیں کرتے
کرتے ہو حقیقت میں محمدؐ کا نشاں ضبط

نعت نگاری کا یہی دلکش بالواسطہ اسلوب نیاز صاحب کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ان کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ان کے بیشتر اسالیب فکر و بیاں دراصل نکتہ عشق نبیؐ کی تفسیریں ہیں۔ مثلاً "حفاظتی کونسل" کی کارکردگی پر تبصرہ کرتے ہوئے نیاز صاحب نے لکھا۔

کفیل امن جہاں ہے جو مجلس اقوام
وہ مشتمل ہے فقط چند خود پسندوں پر
رجوع کس سے کریں مصر و تونس و کشمیر
کہ مہرباں ہے وہ اپنے ہی بھائی بندوں پر
نہیں ہے آج توقع ظہور موسیٰ کی
فراعنہ ہیں مسلط خدا کے بندوں پر
نیاز بارگہ مصطفیٰؐ میں کر فریاد
یہ ظلم کیوں ہیں تمہارے نیازمندوں پر

سالسبری سے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے مذاکرات شروع ہوئے تو نیاز صاحب نے "زمیندار" کی وساطت سے یہ مشورہ دیا :

ملیں سالسبری سے خواجہ صاحب
مگر دیں گے انہیں یہ مشورہ ہم
اگر ثالث رہیں ناکام اب بھی
تو لیں کام اپنی قوت سے ذرا ہم
ابھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے
طفیل خواجہؐ ہر دوسرا ہم
ہمیں لینا ہے کشمیر اور لیں گے
کہ پاکستان کو رکھیں ہرا ہم

ان کی ایک نظم "گلشن نا آفریدہ" اس طرح شروع ہوتی ہے۔

ہمیں اللہ نے بخشی یہ پاکستاں کی سر منزل
لپٹ کر جس کے ہر ذرہ سے گنج شایگاں آیا
صلہ بن کر جناب قائد اعظم کی ہمت کا
یہ انعام حضورؐ خواجہ کون و مکاں آیا
صد و پنجاہ سالہ آرزوئیں سر بسجدہ تھیں
بڑی مدت میں یہ اک انقلاب آسماں آیا

نیاز صاحب ذوق نعت نگاری کی تسکین کے لیے طرح طرح کے مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ اپنی نظم و نثر میں بار بار اپنے آپ کو شہنشاہ کونین کا غلاماں غلام کہتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اپنا تخلص "نیاز" بھی خدائے عزوجل کے حضور میں اپنی عبودیت اور شہنشاہ کونین کے دربار میں اپنی عقیدت و ارادت کے اظہار کے لیے اختیار کیا تھا ورنہ دنیاوی امور میں تو باوجود نیاز تخلص کرنے کے وہ شان بے نیازی کا حیرت انگیز نمونہ تھے۔ اہل زر اور صاحبان جاہ و منصب کی قصیدہ خوانی سے انہیں سخت عار تھی۔

ملتان میں ان کے قیام کے زمانے میں وہاں کی ادبی فضا میں جناب کشفی ملتانی کے قصائد و ہجویات کے ڈنکے بج رہے تھے، جو ان کے آہنگ غزل پر مستزاد تھے۔ اس ماحول میں نیاز صاحب سے بھی مدح و قصیدہ کی فرمائشیں ہوتی تھیں۔ ان موقعوں پر عصمت قلم کا تحفظ کس خوبصورتی سے کرتے تھے، اس کا اندازہ ان کی نظم "غلام محمدؐ" اور اس پر ان کے اپنے وضاحتی نوٹ کو پڑھ کر ہوتا ہے۔ نوٹ میں وہ کہتے ہیں :

"۲۱ فروری ۱۹۵۲ء کو ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان ملتان میں آئے۔ قصیدہ کی فرمائش طبقہ بالادست کی طرف سے ہوئی۔ ان تقریبوں پر ہم کو مجبور کر دیا جاتا تھا۔ ہم نے مندرجہ ذیل نعت کہہ کر پڑھ دی۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

فلک سر جھکاتا ہے فرط ادب سے
زباں پر جب آتا ہے نام محمدؐ
پس پردہ سبز سوتا ہے ساقی
مگر دیکھنا فیض عام محمدؐ
کشادہ ہے صدیوں سے در میکدہ کا
ابد تک ہے گردش میں جام محمدؐ
سر لوح عالم ابھرتے رہیں گے
ابد تک نقوش دوام محمدؐ
عرب اور عجم تا قیامت رہیں گے
تماشا گہ احتشام محمدؐ
کوئی آ کے دیکھے یہ اعجاز تازہ
کروڑوں کا حاکم غلام محمدؐ

آپ کے فرزند راجہ محمد خورشید کی شادی کراچی کے ایک سادات گھرانے میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر لکھا۔

غلامی کے دعوے نے وابستہ ہم کو
کیا دودمان رسولؐ امیں سے
وہ مولائے کل' طول و عرض جہاں میں
اجالا ہوا جس کے نور جبیں سے
وہ سرچشمہ اس جلوہ سرمدی کا
جو لہرا رہا ہے فلک تک زمیں سے
غلاماں غلام اس شہنشاہؐ کا ہوں
گدا جس کا بڑھ کر ہے فغفور چیں سے

نیاز صاحب کے دوست قاضی عبدالرحمٰن خان (ریٹائرڈ انسپکٹر آف سکولز' لیہ) نے فریضہ حج ادا

کرنے کی سعادت حاصل کی تو نیاز صاحب نے انہیں منظوم ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے لکھا۔

اے وہ کہ تو کبھی نہ لڑکپن سے آج سے
فارغ ہوا رضائے خدا کے حصول سے
اس سرزمیں میں بخت رسا تجھ کو لے گیا
کانٹا عزیز تر ہے ہمیں جس کا پھول سے
وہ خاک تابناک کہ ہے روکش فلک
انوار رحمت ابدی کے نزول سے
جی چاہتا ہے چوم لوں آ کر ترے قدم
آیا ہے تو دیارِ خدا و رسولؐ سے

غرض نیاز صاحب پوری زندگی کو عشق رسولؐ کے زاویہ نظر سے دیکھتے ہیں اور موضوع سخن کوئی بھی ہو' ان کا ارادت کیش قلم نعت نگاری کی سبیل نکال ہی لیتا ہے۔

تحریک ختم نبوت' برعظیم کی پرجوش اور ثمر آور تحریک ہے۔ یہ اہل ایمان کی متفقہ تحریک ہے اور اس سلسلے میں اکابر اہل ادب میں سے علامہ اقبال' مولانا ظفر علی خاں' عطاء اللہ شاہ بخاری' چودھری افضل حق' علامہ طالوت' اسد ملتانی اور متعدد دیگر حضرات کی کوششیں اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ نیاز صاحب بھی ختم الرسل کے پروانوں میں سے تھے۔ پھر وہ اس مسئلہ پر اپنا موقف ظاہر کیے بغیر کیوں رہتے' چنانچہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں ان کے یہ اشعار ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں:

میرزائی خارج از اسلام ہیں
ملحدانہ ان کا اک اک طور ہے
اک جداگانہ اقلیت ہیں وہ
کون سی بات اس میں زیر غور ہے
ہم مسلماں اور ہیں از روئے دیں
منکر ختم نبوت اور ہے

"یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے" نیاز صاحب کی ایک طویل نعتیہ نظم ہے۔ یہ کتاب پہلی بار قاضی عبدالرحمٰن خاں کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔ اس کار خیر کے لیے قاضی صاحب مرحوم اہل علم کی دعائے خیر کے مستحق ہیں۔ ورنہ نیاز صاحب کے دیگر شعری اور نثری کارناموں کی طرح یہ

سرمایہ نعت بھی ہماری نگاہوں سے او جھل رہتا۔ اس کتاب کا نوشتہ پیشانی بننے کا شرف سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر کو حاصل ہوا ہے جسے حضرت علامہ اقبال نے یک لفظی تصرف کے بعد اپنا لیا ہے' یعنی۔

حمد بے حد مر رسولؐ پاک را
آں کہ ایماں داد مشت خاک را

یہ طویل نعتیہ نظم مسدس حالی کی بحر میں کہی گئی ہے لیکن ہیئت کے لحاظ سے یہ ترجیع بند ہے۔ اس ترجیع بند میں پچیس بند ہیں۔ ان میں سے کچھ بند ۱۹۴۱ء میں اور کچھ بعد میں کہے گئے۔ کوئی بند پندرہ اشعار سے کم نہیں ہے۔ بیشتر بند بیس بائیس اشعار پر مشتمل ہیں اور ٹیپ کا یہ شعر ہر بند کے آخر میں آتا ہے۔

یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیاء کے

نیاز صاحب نے اپنے اس نعتیہ ترجیع بند میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اظہار عقیدت و ارادت کے ساتھ ساتھ اسلام کی علمی' عسکری' تہذیبی اور تمدنی فتوحات کو بھی بطریق احسن نمایاں کیا ہے' اور اسلام کے تعمیری و انقلابی پیغام کو بھی صراحت' لطافت اور خوبصورتی کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔

نیاز صاحب نے ٹیپ کے شعر کے ساتھ بند کو منسلک کرنے میں بھی بڑی شائستگی اور سلیقہ مندی کا ثبوت دیا ہے۔ مثلاً" جس بند میں اسلامی فتوحات کا ذکر کیا ہے' اس کا اختتام یوں ہوتا ہے۔

جہاں پاؤں رکھا وہاں اس کے سر پر
تصدق ہوا تاج فرماں روائی
چلا کس کے نقش قدم پر مجاہد
یہ کس رہنما کی ہے معجز نمائی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیا کے

نظم "خداوند جلیل کا آخری صحیفہ" ٹیپ کے شعر سے یوں منسلک ہوئی ہے۔

غرض اس کتاب سراسر ہدیٰ نے
دکھائیں جہاں میں بہاریں نرالی

اس آئینۂ ایزدی میں کسی نے
دکھائے بشر کو مقامات عالی
یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمؐ الانبیاء کے

موضوع کے لحاظ سے یہ طویل نعتیہ نظم تاریخ اور نعت کو باہم پیوند کرتی دکھائی دیتی ہے۔ تاہم یہ نظم نعت آمیز تاریخ نہیں بلکہ تاریخ آمیز نعت ہے اور حضرت عبداللہ نیاز کی معجزانہ ہنرمندی کی بدولت نعت نے تاریخ کو محامد محمدؐ کی روشن شہادت کے طور پر اپنے اندر سمو لیا ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

نیاز صاحب کے اس نعتیہ مجموعے کی ایک نظم خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ اس کا عنوان ہے۔
"شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" کی بارگاہ میں نذر گوہریں"

اگرچہ نیاز صاحب نے اسے مجموعہ میں شامل فرما دیا ہے لیکن اپنی بحر اور ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم نیاز صاحب کے طویل ترجیع بند کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس سے الگ منفرد حیثیت کی نعت ہے اور اکیس مطلعوں پر مشتمل ہے' پہلا مطلع ہے۔

تم کو شب الست کا بدرالدجیٰ کہوں
یا صبح کائنات کا شمس الضحیٰ کہوں

اس نعت میں شاعر نے سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر خیر شب الست سے شروع کیا' پھر حضورؐ کے اوصاف و مقامات کی کچھ شعاعوں کو مصرعوں میں ڈھالا ہے لیکن ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے۔

روشن ہوں جس سے دل وہ تمہاری ثنا کہوں
گو ناطقہ ہے سر بہ گریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نام خدا کہوں
باطن کا وہ کمال کہ صلی علیٰ کہوں

اور اس نعت کو حضورؐ کے مولد اور ان کی خواب گاہ ناز کی تحسین و تمجید پر تمام کیا ہے۔

جس خاک سے حضورؐ اٹھے اس کو کیا کہوں
اس خاک سربلند کو ام القریٰ کہوں

یا سر زمین طاہر دارالصفا کہوں
یا جلوہ گاہ خاص ابوالانبیاء کہوں
پھر خواب گاہ ناز کی کیوں کر ثنا کہوں
وہ خاک تابناک جسے کیمیا کہوں
یا ارض شرق و غرب کا دارالقضا کہوں
یا پردہ ازل کی تجلی سرا کہوں

یہ نعت حسن خیال، حسن بیان، اور فنی مرصع کاری کے لحاظ سے اردو کے نعتیہ ادب کے نوادر میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ جلال آہنگ اس میں ایسا ہے کہ اس کے سامنے قصائد کی بلند آہنگی دبتی دکھائی دیتی ہے۔ اس مطلعستان کا ہر مطلع شاعر کے حسن عقیدت اور جمال بصیرت سے مستنیر ہے۔ حرف و معنی کی رنگینی اور آب و تاب سے ہر مصرع سحر حلال بن گیا ہے۔ حتیٰ کہ قوس قزح اس کے سامنے کورنش بجالانے پر مجبور ہوتی نظر آتی ہے۔ویسے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ حمد و نعت کی توفیق خدائے وہاب ہی سے ملتی ہے، لیکن یہ نعت اس کے خصوصی انعام و الطاف کی آئینہ دار ہے۔

نیاز صاحب نے اپنی نعتیہ شاعری میں یہ احتیاط بطور خاص ملحوظ رکھی ہے کہ حمد و نعت کی حدود فراموش نہ ہونے پائیں۔ اول تو ان کے یہاں حمد و نعت پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی ہیں یعنی خدا اور رسولؐ خدا دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر ہوتا ہے اور اس طرح الوہیت اور نبوت کے امتیازی خطوط خود بخود واضح ہوتے جاتے ہیں لیکن جہاں فقط نعت کہی ہے، وہاں بھی توحید و رسالت کو خلط ملط نہیں کیا۔ وحدۃ الوجود کا تو ان کے یہاں شائبہ تک نہیں۔ یہ سراب ان کے نخلستان نعت میں نہیں ہے۔

نیاز صاحب واقعہ نگاری میں شبلی نعمانی، ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے تاریخ اسلام کے متعدد واقعات کو سلک نظم میں پرو دیا ہے۔ خاص نعت کے حوالے سے ان کی نظمیں "حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام" "ایک صحابی ابو درداؓ کا ایثار" اور "غزوہ بدر کی داستان کا ایک صفحہ" خصوصاً قابل داد ہیں لیکن واقعہ نگاری میں ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ واقعات کو تلمیحاتی انداز میں بہت مختصر طور پر پیش کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں، مثلاً:۔

کوئی وقت وہ تھا کہ تلوار لے کر
عمرؓ ابن خطاب نکلے تھے گھر سے

سر راہ قسمت کھڑی ہنس رہی تھی
"کہاں تک بچو گے کسی کی نظر سے"
محمدؐ کے قدموں پہ سر تھا عمرؓ کا
کہاں لے گیا بخت ان کو کدھر سے

وہ دربار دین متیں کا ہے جس میں
گدا کو شہنشاہ سے ہمسری ہے
مدینہ کی معذور بڑھیا کے گھر میں
عمرؓ اور ابوبکرؓ کی نوکری ہے
علیؓ دربدر روٹیاں بانٹتے ہیں
کہ فرض جہاں باں، جہاں پروری ہے
سعیدؓ ابن عامر ہیں صوبہ کے ناظم
مگر گھر میں فاقہ ہے اور بے زری ہے
اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر
سپہر خلافت کا جو مشتری ہے
تصدق ہوا جس پہ تاج دو عالم
خود اس سر پہ لکڑی کی گٹھڑی دھری ہے

اردو شاعری میں روایات اور اقوال کو نظم کرنے کی روایت بھی خاصی مستحکم ہے۔ اقوال نگاروں میں مولانا شبلی، ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کے اسماء نہایت روشن ہیں۔

اقوال نظم کرنے کا سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ اقوال اور روایات کے متن و مفہوم کو کامل صحت کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس سلسلے میں انساخ و ترمیم سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی روایت ترجمہ کر کے پیش کی جارہی ہو تو صحت ترجمہ اس پیشکش کی پہلی شرط ہوگی۔

نیاز صاحب نے اقوال نگاری میں ان احتیاطوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور ان کی منظوم روایات کو بلا تامل اقوال نگاری کے اعلیٰ نمونوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

"اسے تین راتیں بھی رہنے نہ دوں میں
احد کوئی لا دے اگر مجھ کو زر کا"

بدلتا رہا بھوک سے کروٹیں جو
یہ ارشاد ہے اس شہؐ بحر و بر کا
خزانے جب آتے تھے اونٹوں پہ لد کر
تو ہنستا تھا ان پر غبار اس کے گھر کا

نیاز صاحب کے نعتیہ کلام کے مطالعہ سے ان کی حیرت انگیز قادر الکلامی کا نقش دل پر مرتسم ہوتا جاتا ہے۔ اسالیب زبان و بیان پر ان کی محکم گرفت کا اس سے زیادہ ثبوت کیا ہو گا کہ ان کی نظمیں توجہ کو جذب کر لیتی ہیں اور محویت کی غیر مرئی زنجیر خیال کو نظم سے روگردانی کی اجازت نہیں دیتی۔ بیس بیس، پچیس پچیس اشعار پر مشتمل بند ہیں اور ان میں ٹھوس علمی مطالب بھی بیان ہوئے ہیں مگر دلچسپی میں کہیں کمی نہیں آنے پاتی۔ بعض بند خاصی مشکل زمینوں میں ہیں، مثلاً"

ہوا نور عدل آشکارا جہاں میں
بجھا ظلم کا ہر شرارا جہاں میں

یا مثلاً"

محمدؐ کے مداح اغیار بھی ہیں
وہ ارباب آرا و افکار بھی ہیں

لیکن ان مشکل زمینوں کو بھی نیاز صاحب کا رواں دواں قلم پانی کر کے رکھ دیتا ہے۔

وہ لفظی رعایتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو۔

پہاڑ اس کی ہیبت سے اس طرح سمٹے
پری نیز و اطلس پہ ہنستی تھی رائی
وہ پردے تھے اطلس کے یا پرنیاں کے
ہٹے اس نے انگشت پا جب لگائی

رعایت لفظی کی اس مثال کی وضاحت نیاز صاحب نے فرہنگ میں خود کر دی ہے، فرماتے ہیں!
"پری نیز و اطلس، اطلس و پرنیاں، اول الذکر دو پہاڑوں کے نام ہیں اور پرنیاں و اطلس دو ریشمی کپڑے، پرنیاں منقش حریر (ریشم چینی) اطلس، ریشمی کپڑا، جو اکثر منقش نہیں ہوتا۔ فلک نہم کو بھی اطلس کہتے ہیں کہ وہاں ستارے نہیں ہوتے" گویا اطلس پہاڑ کا نام بھی ہے، ریشم کے ایک قسم کے کپڑے کا نام بھی اور آسمان نہم کا نام بھی ۔۔۔ پرنیاں اور اطلس کی رعایت سے پری نیز اور اطلس دو پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ غازیان اسلام کی خفیف ٹھوکر سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تھے اور ان

پر رائی بھی ہنستی تھی گویا وہ پرنیان واطلس کے پردے تھے' پہاڑ نہ تھے۔"

وہ حسن تعلیل کے بہت شائق معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً" فرماتے ہیں۔

صدائے حق جو اٹھی سرزمین بطحا سے
فضائے مشرق و مغرب نے احترام کیا
چمن چمن میں بہار آ گئی تو فطرت نے
نماز شکر کا اس طرح اہتمام کیا
قعود گل نے کیا اور سجود سبزہ نے
رکوع شاخ نے اور سرو نے قیام کیا

یا مثلاً"

افق سے افق تک وہ اس طرح کوندا
کہ خود برق بھی رشک سے تلملائی

یا مثلاً"

تری تیغ سے زلزلے کانپتے ہیں
اقالیم میں شور محشر بپا ہے

اپنے نعتیہ کلام کی تزئین و ترصیع کے سلسلے میں نیاز صاحب تجنیس سے بھی کام لیتے ہیں' جیسے۔

اک امی نے اور اس کی امت نے کیا کیا
ہویدا کیے راز ہائے نہانی

خدا اعتمادی و خود اعتمادی
سبق دو پڑھاتا ہے بطحا کا ہادی

وہ مرد خدا جانتا تھا یہ نکتہ
کہ اک شے ہیں نامردی و نامرادی

ادبی حرب و ضرب کے میدان میں نیاز صاحب کا قلم آلات طنز و مزاح سے پوری طرح لیس دکھائی دیتا ہے۔ نعتیہ ادب میں طنز کی گنجائش دشمنان اسلام کی ہجو و مذمت کے ذیل میں نکلتی ہے اور نعتیہ ادب میں اس طرح کی طنز نگاری کی اولین مثالیں حضرت حسان بن ثابت کے کلام میں ملتی ہیں۔

نیاز صاحب کی طرز آزمائی کی ایک مثال ملاحظہ ہو' قرآن پاک کی نورانی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہا "انظروا" جس کی تاکید کر کے
علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی
الٰہی نے دامن بھرا موتیوں سے
طبیعی نے اک اک مراد اپنی پا لی
اسی شے نے یورپ کی کایا پلٹ دی
ہوئی ختم اس کی پراگندہ حالی
مگر آج بیکن کے سر ہے یہ سہرا
کسی کی یہ دولت کسی نے چرا لی

نیاز صاحب نعت نگاری کو فقط اظہار عشق رسولؐ اور حصول ثواب و برکت کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ عشق رسولؐ ان کے نزدیک ایک قوت جامعہ ہے جو ملت بیضا کے منتشر اجزاء کی شیرازہ بندی کا آخری وسیلہ ہے۔ وہ کس دردمندی سے کہتے ہیں۔

بہت یاس آفریں ہے مسلموں کی باہم آویزی
جو ساماں بن گئی ہے' ہم سیہ بختوں کی ذلت کا
مگر اس تیرگی میں اک شعاع نور باقی ہے
ہمیں اس دور میں شکوہ ہے گو جلووں کی قلت کا
مسلمان کٹ مریں گے مل کے سب نام محمدؐ پر
یہی اب رہ گیا ہے اک وسیلہ ربط ملت کا

خدا جانے ہم مسلمانوں کے مطلع ادراک پر اس رمز کا سورج کب طالع ہو گا؟

(مطبوعہ ماہنامہ "شام و سحر" نعت نمبر جنوری' فروری ۱۹۸۲ء)

اعتراف کمال

حضرت نعیم صدیقی

راجہ محمد عبداللہ نیاز کا یہ مختصر سا مجموعہ کلام' بلکہ در حقیقت مختلف عنوانوں میں بٹی ہوئی ایک ہی طویل نظم (یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے) بیک وقت نعت بھی ہے' حضورؐ کے دور اور بعد کی اسلامی تاریخ کی عکاس بھی' اور اس عہد کی بہت سی شخصیتوں کی سوانحی جھلکیوں کی امانت دار بھی۔ تنقید و تحسین ان چند سطور کے دائرے سے باہر کی چیز ہے۔ میں یہاں صرف ایک احساس نیاز کی شاعری کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سادہ الفاظ کو چننے اور ان کو جوڑنے کی پچی کاری کرنے میں نیاز نے کوئی ایسا جادو (سحر حلال) استعمال کیا ہے کہ نہایت غیر مغلق الفاظ ہیں' کسی مرعوب کن پیچیدہ بیانی سے کام نہیں لیا گیا' اس کے باوجود کلام نہایت دل نشیں اور حشو و زواید سے پاک ہے۔ کلام کی لطافت شروع سے آخر تک بالکل یکساں انداز سے کسی جوئے گلستاں کی طرح چلتی ہے۔ اس لحاظ سے میں نے بہت کم لوگوں کی شعر نگاری کے نمونے دیکھے ہوں گے۔

جناب حفیظ تائب

حضرت نیاز' قرآن' حدیث' سیرت و تاریخ' تعلیمات رسالت کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ پر بھی گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں اور انہوں نے تاریخ کے نمایاں خد و خال جس حسن و خوبی' جس اجمال' جس حسن ابلاغ اور جس قادر الکلامی کے ساتھ نظم کیے ہیں' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ شاعر نے نظم میں اپنے جذبات بھی شامل کیے ہیں اور فنی بانکپن بھی ہر جگہ قائم رکھا ہے۔ اس طرح ان کا بیان سیرت و تاریخ ایک اعلیٰ درجہ کی نعت بن کر سامنے آیا ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی

اقبال نے اپنے معرکہ آرا خطبے "الاجتہاد فی الاسلام" کے آخر میں لکھا تھا کہ نوع انسانی کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول کائنات کی روحانی تعبیر' دوم فرد کی روحانی آزادی اور سوم آفاقی نوعیت کے اصول جو انسانی معاشرے کے روحانی ارتقاء کا باعث بن سکیں۔ صاف لفظوں میں اس ارشاد کا مفہوم اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کو آج اسلام کی ضرورت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی

بعثت کا مقصد اسلام اور اس کے تصور توحید ہی کے ثمرات کو عام کرنا تھا۔ وہ ایک ایسے بے مثل روحانی اور معاشرتی انقلاب کا باعث بنے جس کا ایک جیتا جاگتا نقشہ حالی نے اپنے مسدس میں کھینچا ہے۔ مجھے راجہ محمد عبداللہ نیاز بھی حالی ہی کے قبیلے کے ایک فرد نظر آتے ہیں جنھوں نے توحید کے عالمگیر تصور اور دیگر برکات و تعلیمات اسلام کو شعر کے پیکر میں ڈھالا ہے' تاریخ اسلام کے بعض نامور مجاہدین کے کارناموں کو نظم کیا ہے اور یوں اپنے جوش انگیز خیالات کو بحر متقارب مثمن سالم کے تیز رو آہنگ کے ساتھ بڑی خوبی سے ہم رشتہ کر دیا ہے۔ لیہ کے سے دور افتادہ قریے میں علم و شعر کی جوت جگانے والے اور مسلم نشاۃ ثانیہ کے آرزو مند اس شاعر کی یہ انقلاب انگیز نظم اس قابل ہے کہ اسے بار بار شائع کیا جائے۔ پروفیسر جعفر بلوچ کی طبع سعادت آثار اور ان کی مساعی کے باعث اردو کے اس باکمال شاعر کی یہ نظم تیس برس بعد پھر سے ہمارے ادبی افق سے ظلوع ہو رہی ہے۔ خدا کرے یہ نظم ہماری نیم مردہ قوم کو حیات تازہ بخشنے میں معاون ہو۔

جناب اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی

(مدیر معاون روزنامہ زمیندار' امروز وغیرہ)

دنیائے ادب میں بعض ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے دور میں اسلام اور ادب کی بیش بہا خدمات ادا کی ہیں لیکن بعد میں آنے والوں نے ان کی یاد کو سپرد طاق نسیاں کر دیا۔ ایسے بزرگوں میں راجہ محمد عبداللہ نیاز ایم اے (گولڈ میڈلسٹ) بھی ہیں جو اپنے زمانے کے سرکردہ دانش وروں اور شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔

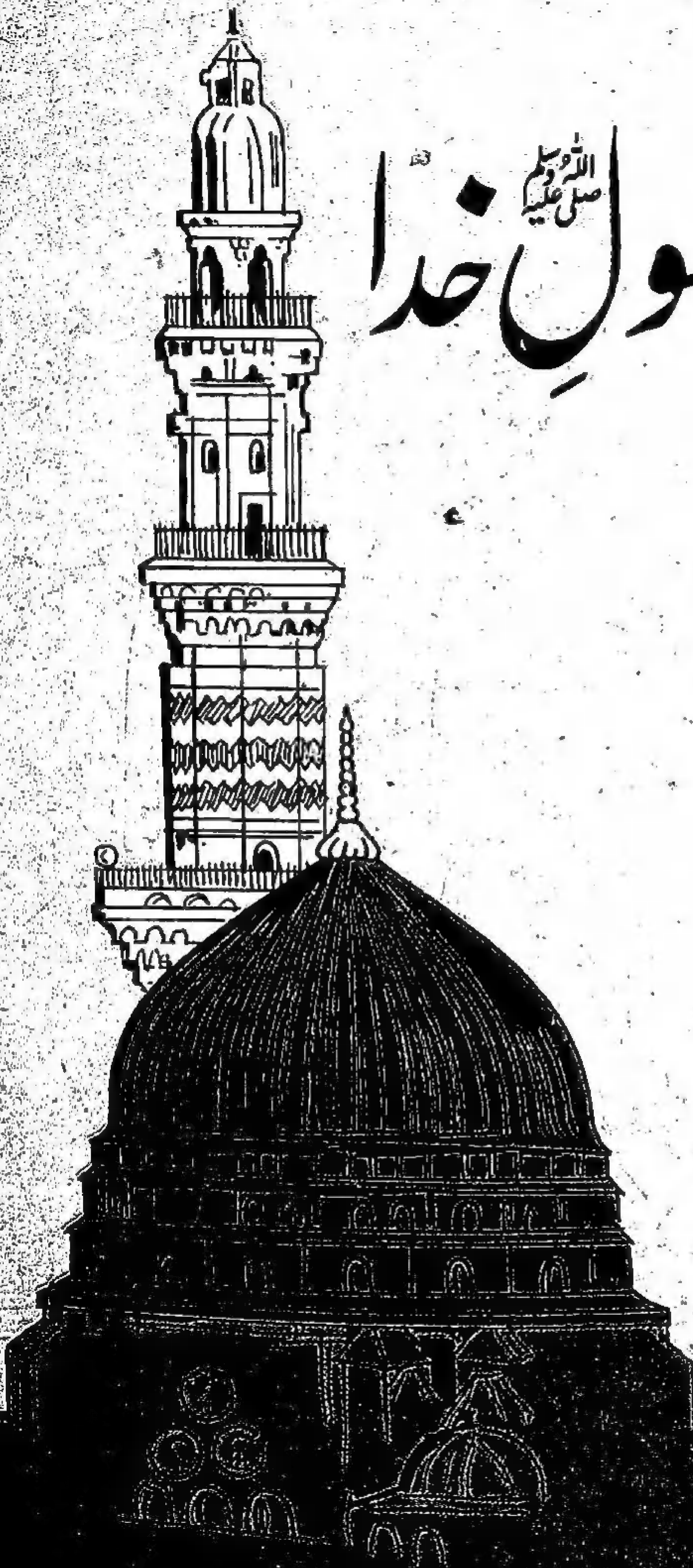
جناب پروفیسر ڈاکٹر حامد خان حامد (سابق صدر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج لاہور)

معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ کتاب (یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے) عمر کے اس مرحلے میں لکھی ہے جب وہ قرار واقعی مکمل طور پر اس موضوع کی گرفت میں تھا --- ترجیع بند کے مختلف بندوں اور موضوعات کو اس طرح مربوط کیا گیا ہے کہ اس کو پڑھ کر کوئی کافر ہی ہو گا جو داد نہ دے۔ ترجیع کے مختلف بند ایک لڑی کے مختلف موتی' سلسلے کی مختلف کڑیاں اور تسبیح کے مختلف دانے معلوم ہوتے ہیں۔ ہم آہنگی اور یکسانی غضب کی ہے۔ نظم و ضبط' تعریف و توصیف کے دائرے سے باہر ہے۔ پڑھنے والے پر کتاب اپنا بھرپور تاثر مرتسم کرتی ہے اور یہی ایک اچھی کتاب کی صفت' خصوصیت اور پہچان ہے۔

جناب طاہر شادانی

اس شعری مجموعے (یہ ہیں کارنامے رسولؐ خدا کے) کا بامعان نظر مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ بے لاگ رائے ہے کہ شاعر نے اپنی اس تصنیف میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں' سیرت صحابہؓ اور اسلامی تاریخ کے بعض اہم واقعات کو جس حسن و خوبی کے ساتھ شعر کا جامہ پہنایا ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے --- مسدس حالی کے خلوص' درد و سوز اور سلاست' حفیظ کے زور بیان' نغمگی اور روانی' ظفر علی خاں کے پرشکوہ آہنگ کو اگر یکجا دیکھنا ہو تو راجہ عبداللہ نیاز کی اس بے بدل اور لاجواب شعری کاوش کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

یہ ہیں
کارنامے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے



راجہ محمد عبداللہ نیاز

دارُ التذکیر